ثُمَّ اَوْرَثْنَا الْكِتٰبَ الَّذِيْنَ اصْطَفَيْنَا مِنْ عِبَادِنَا

اصول توارث

یعنے

اُن محکم و مسلّم اصول اور قوانین کی تشریح جن کی پیروی کئے بغیر
تعلیمات نبوی کا اصلی مفہوم منکشف نہیں ہو سکتا

از افادات حضرت الفاضل علامہ محمود حسن خان صاحب مدظلہم
صدر مفتی ریاست ٹونک و نزیل حیدرآباد دکن

جسکو

سید عبد القادر تاجر کتب و پبلشر چارمینار حیدرآباد دکن نے

اپنے

اعظم اسٹیم پریس میں طبع کرواکے شائع کیا

۱۳۴۵ھ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

مقدمۃ الکتاب

دنیا میں جس طرح آدم کی صورتیں مختلف ہیں اسی طرح ان کے دماغ ان کی عقلیں، خیالات، اور عقیدے بھی ایک سے نہیں بلکہ ان میں کم یا زیادہ فرق ضرور پایا جاتا ہے لیکن غور سے دیکھئے تو لوگوں کے عقائد اور مذاہب کے یہ تمام اختلافات تین بنیادوں پر قائم ہیں اور اسی اعتبار سے جملہ مذاہب کو اصولاً تین قسموں میں منقسم کیا جا سکتا ہے۔

الاوّل تقلیدی اور آبائی مذہب۔ کہ آدمی جس گھر میں پیدا ہوا اسی میں اپنے والدین یا پرورش کرنے والوں کے سکھائے ہوئے دین کو بے سوچے سمجھے پابند ہو گیا۔ حدیث شریف میں جو آتا ہے کہ ہر بچہ فطرت (صحیح) پر پیدا ہوتا ہے اور اس کے والدین اسے یہودی اور مجوسی بناتے ہیں۔ اسی قسم کے تقلیدی مذہب کی طرف اشارہ ہے۔

الثانی تحقیقی مذہب کہ جب آدمی ہوش سنبھالتا ہے۔ اور تقلید سے آزاد ہو کر امور فطرت پر خود غور کرتا اور عقل دوڑاتا ہے تو اسے مشاہدات اور تجربات استدلال کا طریقہ سکھاتے ہیں اور علت و معلول اور اسباب و نتائج کے سلسلے پر سوچتے سوچتے اسکی عقل علت اولی اور مبدء حقیقی تک رسائی پاتی ہے لیکن اس عقلی بنیاد پر طرح طرح کے اور بہت سے مذاہب قائم ہیں۔

ایک توحید ابراہیمی کا مذہب ہے کہ جب آں حضرت علیہ السلام کو رات نے آلیا تو انھوں نے۔

فَلَمَّا جَنَّ عَلَيْهِ اللَّيْلُ رَا
كَوْكَبًا قَالَ هٰذَا رَبِّي فَلَمَّا اَفَلَ
قَالَ لَآ اُحِبُّ الْاٰفِلِيْنَ فَلَمَّا
رَا الْقَمَرَ بَازِغًا قَالَ هٰذَا رَبِّي فَلَمَّا
اَفَلَ قَالَ لَئِنْ لَّمْ يَهْدِنِيْ رَبِّيْ
لَاَكُوْنَنَّ مِنَ الْقَوْمِ الضَّآلِّيْنَ۔
فَلَمَّا رَا الشَّمْسَ بَازِغَةً قَالَ
هٰذَا رَبِّيْ هٰذَآ اَكْبَرُ
فَلَمَّآ اَفَلَتْ قَالَ يٰقَوْمِ اِنِّيْ
بَرِيْٓءٌ مِّمَّا تُشْرِكُوْنَ ۔ اِنِّيْ
وَجَّهْتُ وَجْهِيَ لِلَّذِيْ فَطَرَ
السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ

ایک تارا دیکھا۔ کہا یہ میرا رب ہے
پھر جب وہ ڈوب گیا تو کہا کہ میں چھپ جانے
(یا ڈوب جانے) والوں کو دوست نہیں
رکھتا پھر جب چاند کو چمکتے دیکھتا کہا یہ میرا
رب ہے۔ جب وہ ڈوب گیا۔ کہا کہ اگر
میرا پروردگار میری رہنمائی نہ فرمائیگا تو
میں گمراہوں میں داخل ہوجاؤں گا پھر
جب سورج چمکتے دیکھا کہا یہ میرا رب ہے
یہ (سب سے) بڑا ہے پھر جب وہ ڈوب گیا
کہا۔ اے لوگو! میں اس سے بیزار ہوں
جسے تم خدا کے ساتھ شریک کیا کرتے ہو
تحقیق میں نے متوجہ کر لیا اپنا منہ (رخ)

حنیفا وما انا من	کی طرف یکسو (یعنی موحد) ہو کر جس نے پیدا کیا آسمانوں
المشرکین (سورہ انعام رکوع ۹)	اور زمین کو۔ اور میں نہیں ہوں شرک کرنیوالوں میں

یہاں حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اسباب فطرۃ کی کمزوری اور محکومی بیان فرمائی اور انہیں چھوڑ کر صرف خالق اول کو رب حقیقی قرار دیا اور اپنے آباو اجداد کے مشرکانہ عقائد سے بیزاری ظاہر کی۔ مشرکین عرب کے بمقابلے میں اس قسم کے استدلال اور بھی جابجا قرآن شریف میں آیا ہے کہ یہ سب اشیائے حسنہ جیسے چاند سورج تارے۔ باد و باراں۔ حیوانات و نباتات وغیرہ خود کوئی قدرت نہیں رکھتے بلکہ نظام الہی کی زنجیروں میں جکڑے ہوئے ہیں اور دلالت کرتے ہیں کہ ان سب کی پیدا کرنے والی اور کارفرما کوئی صاحب قدرت اور واحد ذات ہی ہو سکتی ہے ؎

وفی کل شی لہ آیۃ | تدل علی انہ واحد

(۲) اسی عقلی اور تحقیقی مذہب کے تحت میں ایک فرقہ ثنویت پرستی کا ہے جو نیکی اور بدی کے الگ الگ دو خدا (یزدان و اہرمن) کا معتقد ہے اس فرقہ نے بھی اپنے اعتقاد کی بنیاد مشاہدہ پر رکھی ہے۔ اور یہ دیکھکر کہ دنیا میں خیر و شر ہمیشہ سے مصروف کشمکش ہیں اور ایک دوسرے کو بالکل معدوم نہیں کر سکتا، اس فرقہ نے کائنات کے دو کارفرما خدا قرار دئے ہیں۔

عقل و تحقیق ہی کی اساس پر حکمائے قدیم و جدید کے اور بے شمار فرقے اور عقیدے مرتب ہوئے ہیں اور ان کا باہمی اختلاف اور اصولی تباین و تضاد دیکھکر اندازہ ہوتا ہے کہ عقل انسانی کیسی نامعتبر رہنما ہے اور کتنی آسانی سے

مختلف راستوں پر پڑ جاتی ہے۔ ان سب فرقوں کے حالات لکھنے کا یہ محل نہیں اجمالی طور پر بعض مشہور فرقوں کا ذکر کرنا کافی ہوگا۔

(۳) سوفسطائیہ اور لاادریہ۔ یہ ارباب عقل و تحقیق کا وہ گروہ ہے جو محسوسات بدیہیات اور مشاہدات کے حقیقی وجود کا انکار کرتا ہے۔ اس کا قول ہے کہ ہماری ساری معلومات حواس ظاہری کے ذریعہ حاصل ہوئی ہیں۔ اور حواس اصلیت ظاہر کرنے میں خطا کرتے ہیں جس کی ایک موٹی مثال یہ ہے کہ سورج اور چاند ہمیں آنکھ سے ایک توے کے برابر نظر آتے ہیں۔ حالانکہ حقیقت میں یہ کہیں بڑے کرّے ہیں۔ اسی طرح دوسرے حواس کی خطا ثابت ہے۔ پس ہمارے علم کا ذریعہ ہی ناقابل اعتبار ہے تو کسی شے کی حقیقت تک ہم کیوں کر پہنچ سکتے ہیں ہماری واقفیت کی بنیاد علم کی بجائے صرف توہم ہے اسی توہم پر علوم عقلی کی بنا رہی ہے۔ لہذا اس فرقے کے نزدیک جملہ معقولات لاعلمی کا مرتبہ رکھتے ہیں اور تمام عالم محسوسات بے اعتبار ہے۔

(۴) انسانی تجربے اور عقل کی بنا پر ایک فرقے نے طبیعت پرستی (یا جسے آج کل مادہ پرستی کہتے ہیں) کا عقیدہ اختیار کیا ہے۔ یہ لوگ وجود عالم کو اتفاقی چیز سمجھتے ہیں۔ دنیا میں جو کچھ تغیرات ہو رہے ہیں وہ سب مادے یا جسم کی طبیعت کا مقتضی ہیں۔ نباتات و حیوانات کا پیدا ہونا کھلنا پھولنا سب طبیعت شخصی و نوعی کے اثر سے ہے۔ اور مشاہدہ مقتضائے طبائع سے زیادہ کچھ ثابت نہیں کرتا جسم بننے کے ساتھ حیوانات میں روح پیدا ہوتی ہے اور جسم فنا ہوتا ہے تو روح بھی فنا ہو جاتی ہے۔ اس کے بعد نہ اعادہ جسم کسی تجربے اور مشاہدے سے

ثابت ہے نہ روح کی بقا یا اعادے کا کوئی ثبوت موجود ہے۔ اسی عقیدہ کے باعث یہ فرقہ تناسخ ارواح کو بھی تسلیم نہیں کرتا۔

(۵) حکمائے سلف کے ایک فرقے نے تناسخ کا عقیدہ نکالا ہے۔ مگر اسکا کوئی ثبوت جو انسانی مشاہدے اور تجربے میں آسکے موجود نہیں ہے۔

(۶) فرنگی فلاسفہ کا ایک گروہ جو اصولاً طبیعت پرست ہے۔ یہ نظریہ پیش کرتا ہے کہ انسان وحیوان میں کچھ تفاوت نہیں۔ حیوان بتدریج ترقی پاکر صورت انسان کامل ہوا ہے۔ یہ واہمہ اگرچہ مختلف مشاہدات پر مبنی ہے لیکن اصل تغیر کا کوئی تجربی ثبوت علمی شہادت بہم نہیں پہنچا سکتا۔

بہرحال یہ سب اور بے شمار مختلف فرقے تحقیقی یا اجتہادی مذہب کے تحت میں داخل ہیں اور سب کے بانیوں نے اپنی اپنی عقلی دلائل اور مشاہدات پر اپنے عقائد کی بنیاد رکھی ہے۔

الثالث۔ مذاہب کی تیسری قسم تعلیم اور تقلید انبیاء علیہم السلام پر مبنی ہے تمام شریعتیں نوح علیہ السلام سے لے کر عہد ختم نبوت تک اسی سنگین اساس پر قائم ہیں۔

شَرَعَ لَكُمْ مِنَ الدِّيْنِ مَا وَصّٰى بِهٖ نُوْحًا وَّالَّذِيْٓ اَوْحَيْنَآ اِلَيْكَ وَمَا وَصَّيْنَا بِهٖٓ اِبْرٰهِيْمَ وَمُوْسٰى وَعِيْسٰٓى اَنْ اَقِيْمُوا الدِّيْنَ	مقرر کیا ہے واسطے تمہارے دین سے جو چیز کہ حکم کیا تھا ساتھ اس کے نوح کو اور جو وحی کی ہے ہم نے طرف تیرے اور جو حکم کیا تھا ہم نے ساتھ اسکے ابراہیم کو اور موسیٰ اور عیسیٰ کو یہ کہ قائم رکھو دین کو اور

وَلَا تَتَفَرَّقُوا فِيهِ كَبُرَ عَلَى الْمُشْرِكِينَ مَا تَدْعُوهُمْ إِلَيْهِ اللّٰهُ يَجْتَبِيْ إِلَيْهِ مَنْ يَشَاءُ وَيَهْدِيْ إِلَيْهِ مَنْ يُنِيبُ۔

مت متفرق ہو بیچ اس کے بہت بڑی ہے اوپر شریک لانے والوں کے وہ چیز کہ پکارتا ہے تو ان کو طرف اسکی اللہ کھینچ لیتا ہے طرف اپنے جس کو چاہتا ہے اور راہ دکھاتا ہے طرف اپنے اس شخص کو کہ رجوع کرتا ہے۔

ان سب کے اصول عقائد مشترک ہیں۔ یعنی۔

(۱) توحید باری تعالیٰ سبحانہٗ کا اور اس کی صفات علم کلام سمع بصر وغیرہ

(۲) قیامت یعنی نظام کائنات کا ایک روز درہم برہم ہونا اور انسان کا اپنے افعال کی سزا جزا پانا۔ اور

(۳) عقیدہ نبوت یعنی خاص بندوں پر فرشتہ کے ذریعہ خدا کے پیام کا آنا اور بندوں کی ہدایت کے لئے امور غیبیہ پر مطلع کرنا۔ وَغَیْرَ ذٰلِكَ مما یدانیھا

انسانی مذاہب کی یہی بنیادیں ہیں۔ لیکن اگر تقلیدی مذاہب سے قطع نظر کیجئے تو اس میدان کے اصلی حریف دو ہیں۔ ایک جانب عقائد حکمائے عقول کے ہیں اور دوسری طرف عقائد حکمائے نبوت کے۔ امور غیبیہ کے متعلق حکمائے نبوت جو تعلیم دیتے ہیں وہ مشاہدات اور عقل عامہ کی سرحد سے اوراء ہے۔ اور اُن کے مقابلہ میں حکمائے ظاہر کا دعویٰ ہے کہ ہمارے عقائد کی بنیاد تجربے اور مشاہدے پر ہے اور بے شبہ اس دعوے میں ایسی کشش ہے کہ طبعاً اہل تحقیق اس طرف مائل ہوتے ہیں لیکن تجربہ صرف بعض اشیاء کے خواص اور

قوانین طبعی تک اس وعوے کا ساتھ دیتا ہے۔ علوم تجربی (یعنی سائنس) کی حد یہی ہے اور اس کی آگے اہل فلسفہ نے جو کچھ فرمایا ہے۔ وہ محض قیاس آرائی اور پریشان خیالی ہے کہ جس نے ان کے عقائد کو تسلیم بھی کیا کبھی اس کو تشفی نہ ہوئی اور سالہا سال کی تکلیف و مشقت کے بعد معلوم ہوا کہ جسے وہ منزل مقصود سمجھتا تھا وہ خالی میدان ہے حکمائے عقول کے عقائد کے ناقص و باطل ہونے کی ایک دلیل ان کا اصولی اختلاف اور ان کی ناپائیداری ہے کہ ہمیشہ کسی طالیس کے نظام عقائد کو سقراط اور کسی سقراط کی بساط حکمت کو کوئی ارسطو درہم برہم کر دیتا ہے۔ جو بڑا فلسفی اٹھتا ہے وہ حکمائے پیشین کے "ازلی حقائق" کی تردید و تغلیط کرتا اور اپنا جدید نظام عقائد مرتب فرماتا ہے اور دنیا اس کے جدید فلسفے کو مانے یا نہ مانے پہلے حکما کے نتائج سے ضرور منحرف یا بدگمان ہو جاتی ہے۔ جہانتک تاریخ کی رسائی ہے ہم شروع سے عقل پرستوں کو اسی کشمکش اور زور آزمائی میں مبتلا دیکھتے ہیں اور آج بھی وہ یہ نہیں کہہ سکتے کہ کسی ایک نقطے پر متحد اور قائم ہو گئے۔

حقیقت شناس فلسفہ کی اس ذاتی کمزوری کا سبب خوب پہچانتے ہیں اور سمجھتے ہیں کہ حکمائے عقول عالم مشاہدات میں رہ کر عالم غیب کی گتھیاں سلجھانا چاہتے ہیں جو بالکل دوسرا عالم ہے۔ ان کی مثال ایسے شخص کی سی ہے جو ساحل پر بیٹھکر لوگوں کو تیال کی خبر دے یا اس مینڈک کی کی جس نے ساری عمر کوئیں میں گذاری اور وسعت دریا کا مضحکہ انگیز تخیل قائم کیا۔

عالم مشاہدات بڑا گورکھ دھندا ہے انسان کی عقل اور علم صدیوں تک ٹکریں مارنے کے بعد اس عالم کے صرف چند قوانین و حقائق تک رسائی پا سکے ہیں۔

پھر عقائد کا عالم تو بالکل ہی جداگانہ ہے۔ عالم محسوسات کی کسی دلیل سے عقائد کی تحدید نہیں ہو سکتی۔ پس انبیاء علیہم السلام کے پیرو عقائد حقہ کی بنیاد انبیاء علیہم السلام کی تعلیم کو قرار دیتے ہیں۔ انہیں یقین ہے کہ عقائد شہادت کے حسی امور نہیں ہیں بلکہ عالم غیب (ما غاب عن الحس والحدس) کے علوم ہیں جس طرح عالم مشاہدات کے حکما اس عالم کے تجربات سے واقف و باخبر ہیں اسی طرح اس عالم کا دیکھنے اور جاننے والا انبیاء (علیہم السلام) کا گروہ کثیر ہے۔ اسی باخبر گروہ کے اخبار سے علوم غیبیہ یعنی عقائد محدود و راسخ ہو جاتے ہیں اگرچہ عالم شہادت کو حکما جو عالم غیب سے بے خبر ہیں انکار کرتے ہیں لیکن ان کا انکار اس باخبر گروہ (علیہم السلام) کی خبروں کی تردید نہیں کر سکتا جس کی بدیہی نظیر یہ ہے کہ فطرت کے گہرے راز اور عجیب عجیب حقائق عرصہ دراز تک غور و محنت کرنے کے بعد مشاہدہ اور تجربے میں آئے ہیں۔ نئے انکشافات اور اختراعات جو عالی دماغ حکما نے ایجاد کئے ہیں وہ سب بتدریج اور بڑی بڑی تدبیروں اور طرح طرح کے تجربوں سے حاصل ہوئے ہیں۔ اثنائے ایجاد و تجربہ میں تجربہ کرنے والا حکیم خود بھی متردد رہتا ہے۔ آخر بہت سی منازل طے ہونے کے بعد اس کا تجربہ کامل اور یقین حاصل ہوتا ہے۔ پھر بھی عام لوگ جو حکمت اور علوم تجربی سے ناواقف ہیں اور اسباب اختراع سے عاری الذہن ہیں مخترع اشیاء کو خلاف عقل سمجھتے ہیں اور مشاہدہ ہوئے بغیر حکیم کے علوم و اخبار سے انکار کرتے رہتے ہیں لیکن ان کا یہ انکار ان علوم کی تردید نہیں کر سکتا مثلاً آلہ لاسلکی یا فونوگراف کی ایجاد کے عام ہونے سے قبل اگر کہا جاتا کہ بغیر وسائط معمولی کے ہزاروں میل پر خبر معلوم ہو سکتی ہے یا آدمی کی

آواز جو غیر مادی چیز ہے محفوظ رہ سکتی ہے تو ناواقف عوام قطعی انکار کرتے لیکن ظاہر ہے کہ ان کا یہ انکار حکیم کے علوم کا بطلان نہیں کر سکتا تھا۔

اب نبوت کے علوم کو لیجئے، جو حسی تجربات سے ماوریٰ، عالم غیب کے اخبار و مشاہدات ہیں جیسے صفات باری عزاسمہ۔ وجود عالم ارواح۔ ملائکہ۔ جن و شیاطین۔ کسی وقت میں قیامت کا آنا وغیرہ وغیرہ جو عقائد و ایمانیات میں داخل ہیں۔ ان علوم کی تحقیق و تصدیق طبیعیات و سائنس، ہیات و ریاضیات سے ممکن نہیں ہے لیکن اس بنا پر ان عقائد کا انکار کرنا ایسا ہی ہے جیسا کہ ایک ناواقف شخص مخترع حکیم کی ایجاد کا یقین نہیں کرتا۔ ایسے ہی ناواقف منکرین۔ انبیا علیہم السلام کے علوم و اخبار سے انکار کرتے اور ارنا اللہ جھرۃً (ہمیں خدا کو آنکھ سے دکھا دے) کہکر تجربہ اور مشاہدہ چاہتے تھے۔ لیکن جس طرح علوم دنیا کی باریکیوں تک عوام الناس کی نظر نہیں پہنچ سکتی۔ اسی طرح علوم غیبی کو ہر کس و ناکس مشاہدہ نہیں کر سکتا۔ البتہ اس عالم کا مشاہدہ اور تجربہ کرنے والا انبیا علیہم السلام کا گروہ کثیر ہے اور ہر صاحب خرد کو چاہیے کہ وہ مشاہدہ کرنے والوں کی بات کو تسلیم کرے اگرچہ ناواقف کو ماننے سے انکار رہے۔

پھر جس طرح کافی محنت اور چند سال کی تعلیم سے ایک طالب العلم سائنس کے علوم و رموز سے شناسائی پیدا کرتا ہے، اسی طرح تزکیہ نفس کی ریاضتوں سے روحانی اور غیبی معارف کا بھی ایک وجدان اور ذوق

پیدا ہو سکتا ہے۔ اور کم سے کم ملائکۃ الارض یعنے سفلی روحانیات کے ایسے تصرفات انسان پر منکشف ہونے لگتے ہیں جو اگرچہ کسی حسی برہان سے ثابت نہیں ہو سکتے تاہم کوئی صاحب فراست اِن کا منکر نہیں۔ اور سچے دیندار دل کو روحانی علوم کا جو ذوق اور وجدانی یقین ہوتا ہے وہ ایک بدیہی امر ہے۔

رہی نبوت۔ سو وہ محض خداداد ملکۂ روحانی ہے۔ جن خوش قسمتوں کو یہ قابلیت خاص عطا ہوئی انہوں نے غیب کی چیزوں کا مشاہدہ کیا اور وہاں کے معارف سے باخبر ہوئے۔ یہ بزرگ علیہم السلام عالم غیب کے حکیم ہیں۔ جس حکمت کو قرآن حکیم نے ایک بڑی دولت سے تعبیر فرمایا ہے وہ یہ ہی غیبی علوم کی واقفیت ہے۔

ومن یوت الحکمۃ فقد اوتی خیراً کثیراً (سورۂ بقر رکوع ۳۷) | (اور جو کوئی دیا گیا حکمت۔ پس تحقیق دیا گیا بھلائی بہت۔)

ان حکما کے اخبار کی جانچ کسی حسی برہان سے نہیں ہو سکتی۔ کیونکہ وہ عالم غیب کے اخبار ہیں۔ اور اس عالم کا مشاہدہ اور تجربہ کرنے والے یہ ہی انبیا علیہم السلام ہیں۔ ماکان اللہ لیطلعکم علی الغیب ولکن اللہ یجتبی من رسلہ من یشا۔ (آل عمران رکوع ۱۸) یعنے اللہ تبارک وتعالیٰ ایسا نہیں کرتا کہ تم (انسانوں) کو غیب کی باتوں سے واقف کر دے۔ لیکن (ہاں) اپنے پیغمبروں میں جس کو چاہتا ہے منتخب فرما لیتا ہے۔

پھر جب کہ یہ اخبار غیبیہ، مسائل طبیعیات وریاضیات نہیں ہیں کہ

ان کو سائنس کے طریق استدلال سے ثابت یا باطل کیا جا سکے تو ان کے بارے میں کسی فلسفی یا سائنس داں کا انکار کرنا، ایک بے خبر شخص کے انکار کرنے سے زیادہ کچھ وقعت نہیں رکھتا۔ اور یہ بات طریق ہوش و خرد کے خلاف ہے کہ ایک مشاہدہ کرنے والے کی خبر کو محض اپنا مشاہدہ نہ ہونے کی بنا پر جھٹلا دیا جائے۔ مثلاً ایک شخص جو عمل مسمریزم سے واقف ہے، اس کے نتائج عمل سے غیر واقف شخص کا انکار کرنا معتبر نہیں ہو سکتا۔

مذکورہ بالا بحث کو اچھی طرح سمجھنے اور سمجھانے کی ضرورت ہے کیونکہ مذہب اسلام اور دوسرے عقلی مذاہب میں، اصولاً توحید باری تعالیٰ کے مسئلے میں اختلاف صفات الٰہیہ اور اخبار غیبیہ کے متعلق ہے کہ استدلالی موحدین کی غور و تحقیقات کا میدان صرف عالم شہادت ہے اور وہ اس عالم کے طریق مشاہدہ سے امور غیب کا حال نہیں سمجھ سکتے۔ بلکہ ان امور غیبی کی اطلاع فقط اخبار انبیاء علیہم السلام سے ہوتی ہے۔

الٓمّٓ ذٰلِكَ الْكِتٰبُ لَا رَيْبَ	یہ کتاب ہے نہیں شک بیچ اس کے
فِيْهِ هُدًى لِّلْمُتَّقِيْنَ	راہ دکھاتی ہے واسطے پرہیزگاروں کے
الَّذِيْنَ يُؤْمِنُوْنَ بِالْغَيْبِ	وہ جو ایمان لاتے ہیں ساتھ غیب کے
وَيُقِيْمُوْنَ الصَّلٰوةَ	اور قائم رکھتے ہیں نماز کو اور اس چیز
وَمِمَّا رَزَقْنٰهُمْ	سے کہ دیا ہم نے اُن کو خرچ کرتے
يُنْفِقُوْنَ وَالَّذِيْنَ	ہیں اور جو لوگ ایمان لاتے ہیں
يُؤْمِنُوْنَ بِمَا اُنْزِلَ	ساتھ اس چیز کے کہ اتارا گیا

اِلَيْكَ وَمَآ اُنْزِلَ — طرف تیرے اور جو کچھ اُتارا گیا پہلے تجھ
مِنْ قَبْلِكَ وَبِالْاٰخِرَةِ هُمْ — سے اور ساتھ آخرت کے وہ یقین رکھتے
يُوْقِنُوْنَ۔ — ہیں۔

اس جگہ یہ صراحت کرنی دلچسپی اور فائدے سے خالی نہ ہوگی کہ بعض فرقوں نے عقلی اور نبوی مذہب کے عقائد کو ملا جلا کر اپنا مخلوط مسلک الگ قائم کیا ہے مثلاً تناسخ کے عقیدے کو لیجئے۔ کہ موت کے بعد روح کا زندہ رہنا کسی عقلی دلیل اور تجربی علم سے ثابت نہیں ہے مگر تناسخ ماننے والوں نے اس عقیدے کو تو انبیا کی تعلیمات سے اخذ کر لیا اور قیامت اور حشر اجساد یا دنیا کے خاتمے کو عقل کے خلاف دیکھکر ارواح باقیہ کے واسطے ایک عجیب و غریب نظام تناسخ اپنے آپ تصنیف کر دیا۔ اس طرح یہ ایک مخلوط اور مخنث عقیدہ بن گیا، بخلاف اسلامی عقیدے کے کہ اہل اسلام موت کے بعد بقائے روح کے بھی قائل ہیں اور نبوی تعلیم کی رو سے یہ بھی مانتے ہیں کہ قیامت کے دن یہی روح دوبارہ جسم انسانی میں اٹھائی جائے گی گو یہ دونوں مسئلے عقلیات اور تجربیات سے ماوری ہیں۔

مسلمانوں میں بھی ایک فرقہ تناسخ کا ماننے والا گذرا ہے اور یہ لوگ قرآن حکیم کی آیتوں سے اس عقیدے کو صحیح ثابت کرنے کی کوشش کرتے تھے۔ اسی طرح معتزلہ وغیرہ بعض اور فرقے گذر چکے ہیں جنہوں نے اپنی عقل اور تجربی علوم کے مطابق اسلامی تعلیمات کی تفسیر کرنی چاہی اور طرح

طرح کے مخلوط عقائد اور مجتمع مذاہب مرتب کئے۔ اور قرون ممدوحہ کے بعد سے تاویل و اجتہاد عقلی کا یہ طریقہ اب تک جاری ہے کہ تاویل کرنے والے اس مسلک پر قناعت نہیں کرتے یا اس کو پوری طرح نہیں جانتے جو مستند اور معتبر طریق سے ہم تک پہنچا ہے بلکہ اپنی عقل و رائے سے تعلیمات نبوی کے نئے نئے معنی نکالتے ہیں۔

خلاصہ اس تمام تقریر کا یہ ہے کہ تقلیدی اور آبائی مذہب سے قطع نظر، دنیا میں ایک گروہ استدلالی موحدین کا ہے جو صرف عالم شہادت پر حصر کرنا چاہتے ہیں اور توحید باری تعالیٰ کے سوا غیب اور امور غیب کے عالم ہی سے منکر ہیں۔ ان کے عقائد اور دلائل کی کمزوری اسلامی متکلمین نے ثابت کی ہے اور اس موضوع پر ضخیم کتابیں موجود ہیں۔ مگر ہمیں اس رسالے میں مذکورہ بالا گروہ سے بحث کرنی نہیں ہے۔ دوسرا گروہ اہل تاویل کا وہ ہے جو نبوت کو تسلیم کرتا ہے لیکن قرون ممدوحہ کے بعد سے ان لوگوں نے فلسفے کی تقلید اختیار غیب کو فلسفے سے مخلوط کیا اور آیات کتاب اللہ کی اپنی عقل و رائے سے تفسیر کی۔ یہی لوگ ہمارے مخاطب ہیں اور علمائے سنت نے ان گروہوں کے جواب میں قرون ممدوحہ سے تواترا کا جو محکم اصول پیش کیا ہے اس رسالے میں اسی اصول کی صراحت کرنی مقصود ہے تاکہ صحت عقائد کا معیار بالکل روشن اور واضح ہو جائے۔

مسئلہ تو ارث کی دلیل قرآن حکیم سے

اخبار غیبیہ اور ضروریات ایمان میں اجتہاد و رائے کا دخل نہیں ہے۔ اس لئے امت اسلامی پر فرض کیا گیا ہے کہ وہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بلا چوں و چرا تقلید کرے اور آں حضرت صلعم کے احکام کو بجا لائے کیونکہ وہ احکام درحقیقت خدائے تعالے سبحانہ کے بھیجے ہوئے احکام ہیں۔ اس کلیہ کی قرآن مجید میں جا بجا صراحت فرمائی گئی ہے۔

مَنْ يُّطِعِ الرَّسُوْلَ فَقَدْ اَطَاعَ اللّٰهَ (سورہ نساء رکوع ۸)	جس نے رسول کی اطاعت کی تحقیق اس نے خدا کی اطاعت کی۔
وَمَا اٰتٰىكُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْهُ وَمَا نَهٰىكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوْا۔ (سورہ حشر رکوع ۱)	اور جو کچھ دے رسول تم کو پس لے لو اس کو اور روک دے جس (چیز) سے پس باز رہو۔

اسی طرح عقائد اور اعمال صالح کے معاملے میں صحابہ کی برگزیدہ جماعت کی تقلید گویا حکم خدا کی تقلید اور اللہ تعالیٰ کی خوشنودی حاصل کرنے کا سچا راستہ ہے۔ کیونکہ یہی وہ لوگ ہیں جن کے دل میں اللہ تعالے نے

اُولٰٓئِكَ كَتَبَ فِىْ قُلُوْبِهِمُ الْاِيْمَانَ وَاَيَّدَهُمْ بِرُوْحٍ مِّنْهُ۔ وَيُدْخِلُهُمْ جَنّٰتٍ	ایمان کا نقش التحریر فرما دیا اور انہیں اپنی قوت غیبی سے تقویت بخشی ہے۔ اور انہیں داخل کرے گا بہشتوں میں

تَجْرِیْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِیْنَ فِیْهَا رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَرَضُوْا عَنْهُ ۔ اُولٰٓئِكَ حِزْبُ اللّٰهِ ۔ اَلَآ اِنَّ حِزْبَ اللّٰهِ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ۔ (مجادلہ رکوع ۳)

جن کے نیچے نہریں چلتی ہیں۔ (وہ ان میں) رہنے والے ہیں (وہ) ہمیشہ کو۔ رضامند ہوا اللہ تعالیٰ ان سے اور وہ رضامند ہوئے اللہ تعالیٰ سے۔ یہ خدائی گروہ کے لوگ ہیں اور جان لو کہ فلاح پانے والا یہی خدائی گروہ ہے۔

یہ وہ حضرات ہیں جن کے

اُولٰٓئِكَ الَّذِیْنَ امْتَحَنَ اللّٰهُ قُلُوْبَهُمْ (سورہ حجرات رکوع ۱)

دلوں کی اللہ تعالیٰ نے آزمائش فرما چکا ہے۔

اور جن کے ایمان کی صحت و صدا قت میں کسی نقصان کی گنجائش نہیں۔ بعد کے لوگوں کو ان ہی بزرگوں کے نقش قدم پہ چلنے کی ہدایت فرمائی گئی ہے۔

اَلسّٰبِقُوْنَ الْاَوَّلُوْنَ مِنَ الْمُهٰجِرِیْنَ وَالْاَنْصَارِ وَالَّذِیْنَ اتَّبَعُوْهُمْ بِاِحْسَانٍ رَّضِیَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَرَضُوْا عَنْهُ (سورہ توبہ رکوع ۱۰)

سبقت کرنے والے سب سے پہلے لوگ مہاجرین اور انصار میں سے اور وہ لوگ جو ان (مہاجرین و انصار) کی پیروی کرتے ہیں نیکی کے ساتھ رضامند ہوا اللہ تعالیٰ ان سے اور وہ رضامند ہوئے اللہ تعالیٰ سے۔

جماعت صحابہؓ ہی کا طریق، عقائد و ایمان میں اسلام کا سچا راستہ ہے۔ اسی کو سچے ایمان والوں کا راستہ یا سبیل المومنین فرمایا گیا اور جو کوئی اس راستے

سے تاویل کرکے یا نادانی سے ہٹ گیا اُن کے واسطے قرآن حکیم میں کھلی ہوئی وعید اور ناراضی ہے۔

وَمَنْ يُشَاقِقِ الرَّسُولَ مِنْ بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُ الْهُدَىٰ وَيَتَّبِعْ غَيْرَ سَبِيلِ الْمُؤْمِنِينَ نُوَلِّهِ مَا تَوَلَّىٰ وَنُصْلِهِ جَهَنَّمَ (سورۂ نساء رکوع ۱۲)	اور جو کوئی برخلافی کرے رسول کی پیچھے اس کے کہ ظاہر ہوئی واسطے اس کی ہدایت اور پیروی کرے سوائے راہ مسلمانوں کے متوجہ کریں گے ہم اس کو جدھر متوجہ ہوا ہے اور داخل کریں گے ہم اس کو دوزخ میں

قرون محمودہ کے بعد کی فرقہ بندیوں کا صحیح حدیثوں میں بھی ذکر آتا ہے اور مسلمانوں کے ہادی اور آقا صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی امت کو تمام بعد کے تاویل کرنے والے اور ناقص العقائد فرقوں میں شرکت کرنے سے باز رہنے کی تاکید فرمائی ہے۔

ما انا علیہ واصحابی اور
واصحابی امنۃ لامتی

اس زمانہ میں عقائد اور اخبار غیبیہ کے متعلق اجتہاد و رائے زنی کا طوفان چھایا ہوا ہے۔ نئے نئے عقیدے اور فرقے وجود میں آرہے ہیں جو حضرات عقائد میں فرقہ بندی کی تاریخ اور ان کے اصول سے پورے واقف نہیں ہیں وہ الہیات کی تحقیق میں عقلی دلائل اور فلسفی براہین سے متاثر ہو کر اسلام کے سچے اور مستند راستے کو جو حضرات صحابہ کا راستہ ہے چھوڑ بیٹھے ہیں اور کسی نئے اور غلط راستے کو اختیار کر لیتے ہیں۔ ان ہی افسوسناک حالات کو دیکھکر

ضروری معلوم ہوا کہ اظہار حق کی غرض سے مسئلہ توارث کی کچھ توضیح و تفسیر بیان کر دیجائے جو فرقۂ ناجیہ اصحاب سنت والجماعت کا اصلی اور سب سے بڑا معیار حق ہے اور جس سے درگاہ رسالت کے فیصلے "ما انا علیہ و اصحابی" کے مطابق عقائد کی بحث میں اسلام کا اصلی راستہ اور صحیح تعلیم معلوم ہوجاتی ہے

وَاللّٰہُ یَہۡدِیۡ مَنۡ یَّشَآءُ اِلٰی صِرَاطٍ مُّسۡتَقِیۡمٍ۔

باب اوّل

اسلامی تعلیم کیونکر منقول اور محفوظ ہوئی

جن لوگوں نے انبیاء علیہم السلام کو خدا کا سچا پیغمبر مان لیا اور یہ جان لیا کہ انہوں نے جن عقائد کی تعلیم دی ہے وہ عالم غیب کے امور ہیں اور ان کی تصدیق ظاہری حواس اور تجربے کے ماتحت نہیں ہے اور اس لئے ان کو بغیر اپنی رائے اور عقل آرائی کے بجنسہٖ نبی (علیہ السلام) کے قول کے مطابق تسلیم کرنا پڑے گا تو ان لوگوں کو لازم ہوگا کہ اس بات کو تحقیقی اور یقینی طور پر معلوم کریں کہ جو عقائد ان تک پہنچے ہیں وہ فی الواقع نبی (علیہ السلام) کی تعلیم بھی ہیں یا نہیں؟ مسلمانوں اور دوسرے انبیائی مذہب والوں میں سب سے بڑا مابہ الامتیاز اور فرق یہ ہی ہے کہ مسلمانوں کے عقیدے میں گو تمام پہلے انبیاء (علیہم السلام) کی تعلیم اصولاً بالکل وہ ہی تھی جو بانئ اسلام صلی اللہ علیہ وسلم نے دنیا کو سکھائی لیکن کسی سابق نبی (علیہ السلام) کی تعلیم بجنسہٖ محفوظ نہیں رہی جیسا کہ مسلمہ طور پر خود تاریخ سے ثابت ہے۔ صرف پیغمبر اسلام صلعم ہی ایسے بانی مذہب ہیں کہ آپ کی تعلیم تمام وکمال حرف بہ حرف محفوظ اور سلامت ہے۔ یہ تعلیم علم قرآن، علم حدیث، علم عقائد، علم احکام وغیرہ پر مشتمل ہے اور چونکہ ان علوم کا مدار سماع ونقل پر تھا، لہٰذا ان کو سمعیات ونقلیات یا "علوم منقولات"

کہا گیا۔

اُن علوم نقلی کا اصلی ماخذ اور منبع صاحب وحی پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وسلم ہیں، دنیا کی ہدایت کے لئے آپ ہی پر خدا کی طرف سے دین اسلام نازل اور اس کی تبلیغ اور تعلیم فرض ہوئی۔ حکم ہوا کہ :-

بَلِّغْ مَا اُنْزِلَ اِلَيْكَ مِنْ رَّبِّكَ فَاِنْ لَّمْ تَفْعَلْ فَمَا بَلَّغْتَ رِسَالَتَهٗ (سورہ مائدہ رکوع ۱۰)	پہنچا دے جو تجھ پر نازل کیا گیا ہے تیرے پروردگار کی طرف سے اور اگر تو نے ایسا نہ کیا تو نہ پہنچایا تو نے اس کا پیغام

آپ نے حکم الٰہی کی تعلیم میں تین طریق سے تعلیم اور تبلیغ فرمائی۔ تعلیم بالقول، تعلیم بالفعل اور تعلیم بالتقریر۔ ان تینوں کی تصدیق قرآن حکیم سے ہوتی ہے :-

(۱) مَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰى اِنْ هُوَ اِلَّا وَحْیٌ يُّوْحٰى (سورہ نجم رکوع ۱)	اور نہیں بولتا خواہش اپنی سے نہیں وہ مگر وحی کہ بھیجی جاتی ہے۔
(۲) لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِیْ رَسُوْلِ اللّٰهِ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ (سورہ احزاب رکوع ۳)	البتہ تحقیق ہے واسطے تمہارے بیچ رسول خدا کے پیروی اچھی۔
(۳) يٰبُنَیَّ اَقِمِ الصَّلٰوةَ وَاْمُرْ بِالْمَعْرُوْفِ وَانْهَ عَنِ الْمُنْكَرِ (سورہ لقمان رکوع ۲)	اے چھوٹے بیٹے میرے قائم کر نماز کو اور حکم کر ساتھ بھلائی کے اور منع کر برائی سے۔

یہاں خاص طور پر جو بات بتانی اور یاد رکھنی چاہیئے وہ یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صرف لفظی تبلیغ نہیں فرمائی ہے بلکہ خدا کے پیغام کو پوری طرح کھول کھول کر

سمجھا دیا اور تفہیم معانی بلاشبہ نبوت کے فرائض میں داخل ہے۔

كَمَا قَالَ عزوجل وَ اَنْزَلْنَا اِلَيْكَ الذِّكْرَ لِتُبَيِّنَ لِلنَّاسِ مَا نُزِّلَ اِلَيْهِمْ (سورۂ نحل رکوع ۶)	اور اتارا ہم نے طرف تیرے ذکر کو تو کہ بیان کرے تو واسطے لوگوں کے وہ چیز کہ اتاری گئی ہے طرف ان کے۔

اور صحیح روایتوں سے ثابت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم صحابہ کو قرآن شریف کی دس دس آیتوں کا درس فرمایا کرتے تھے کہ وہ ان کے مطالب کو پوری طرح سمجھ کر ذہن نشین کریں۔

(۱) روی الاعمش عن ابی وائل عن ابن مسعودؓ۔ قال كان الرجل منا اذا تعلم عشر ايات لم يتجاوزهن حتى يعرف معانيهن والعمل بهن (ابن کثیر)	عمش نے بواسطہ ابو وائل کے حضرت عبداللہ ابن مسعودؓ سے روایت کیا ہے کہ ہم میں سے جب کوئی شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے دس آیتوں کا سبق لیتا تھا تو آگے نہیں پڑھتا تھا جتبک ان دس آیتوں کے معنی اور طریقہ عمل نہ سمجھ لے۔
(۲) روی ابو عبد الرحمن السلمی قال حدثنا الذين يقرؤننا انهم كانوا يستقرؤن من النبی صلی الله عليه وسلم وكانوا اذا تعلموا عشر آيات لم يخلفوها حتى يعلموا بما	ابو عبدالرحمن سلمی روایت کرتے ہیں کہ ہم سے صحابہ کی اس جماعت نے بیان کیا جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے قرآن شریف پڑھتے تھے کہ جب وہ سبق لیتے تھے دس آیتوں کا تو آگے نہ پڑھتے تھے جتبک ان دس آیتوں کی تفسیر اور ان کا

فیھا من العمل جمیعا (ابن کثیر) | طریقہ عمل نہ سمجھ لیں۔

یہ صحابہ (رضی اللہ تعالٰی عنہم) کے سبق ہی کی یادگار ہے کہ قرآن شریف کی دس دس آیتوں کے بعد عشر کی علامت (ع) اب تک بنی ہوئی ہوتی ہے۔ غرض اس طریق سے علم نبوی منقول ہوا اور صحابہ تک پہنچ گیا۔ قرآن حکیم کی زبان میں اس نقل کا نام وراثت ہے۔

ثم اورثنا الکتاب الذین اصطفینا من عبادنا۔ (سورۂ فاطر رکوع ۴)	پھر وارث کیا ہم نے ان لوگوں کو کہ برگزیدہ کیا ہم نے ان کو اپنے بندوں میں سے۔
وَوَرِثَ سُلَیْمَانُ دَاؤُدَ وَقَالَ یَا اَیُّھَا النَّاسُ عُلِّمْنَا مَنْطِقَ الطَّیْرِ۔ (سورہ نحل رکوع ۲)	سلیمان علیہ السلام حضرت داؤدؑ کے وارث ہوئے اور کہا اے لوگو ہم کو اڑتے ہوئے جانوروں کی بولی سکھائی گئی۔

احادیث میں بھی اس "وراثت علم" کا ذکر جابجا آتا ہے۔

عن انسؓ ان النبیؐ صلی اللہ علیہ وسلم قال العلماء ورثۃ الانبیاء۔ (الجامع السیوطی)	انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے علماء انبیاء علیہم السلام کے وارث ہوتے ہیں۔

امت اسلامی میں علم دین کو سب سے پہلی سیکھنے اور سکھانے والی جماعت صحابہؓ کی تھی۔ اس برگزیدہ جماعت نے معرفت الٰہی اور علوم نبوی کو اس طرح حاصل کیا جو حاصل کرنے کا حق تھا اور تائید روحانی کی بدولت ان کے ایمانی علوم اور عقائد خطا سے پاک رہے۔ قال عز وجل سبحانہ

اِنَّ الَّذِیْنَ یُحَادُّوْنَ اللّٰہَ وَرَسُوْلَہٗ	تحقیق جو لوگ کہ مقابلہ کرتے ہیں اللہ کا اور رسول

أُولٰئِكَ فِي الْأَذَلِّينَ كَتَبَ اللّٰهُ
لَأَغْلِبَنَّ أَنَا وَرُسُلِي إِنَّ اللّٰهَ
قَوِيٌّ عَزِيزٌ لَا تَجِدُ قَوْمًا
يُؤْمِنُونَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ
يُوَادُّونَ مَنْ حَادَّ اللّٰهَ وَرَسُولَهُ
وَلَوْ كَانُوا آبَاءَهُمْ أَوْ أَبْنَاءَهُمْ
أَوْ إِخْوَانَهُمْ أَوْ عَشِيرَتَهُمْ
أُولٰئِكَ كَتَبَ فِي قُلُوبِهِمُ
الْإِيمَانَ وَأَيَّدَهُمْ بِرُوحٍ مِنْهُ
وَيُدْخِلُهُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِي
مِنْ تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ خَالِدِينَ
فِيهَا رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَرَضُوا
عَنْهُ أُولٰئِكَ حِزْبُ اللّٰهِ أَلَا
إِنَّ حِزْبَ اللّٰهِ هُمُ الْمُفْلِحُونَ

(سورۂ مجادلہ رکوع ۳)

ان کے کا۔ یہ لوگ ہیں بیچ بہت
ذلیل ہونے والوں کے۔ لکھ دیا ہے خدا
نے البتہ غالب آؤنگا میں اور پیغمبر میرے
تحقیق اللہ غالب ہے عزت والا۔ نہ پاوے
گا تو کسی قوم کو کہ ایمان لائے ہوں
ساتھ اللہ کے اور آخرت پر کہ دوستی کریں اس
شخص کی کہ مقابلہ کرتا ہے اللہ کا اور رسول اسکے
کا اور اگرچہ ہوں باپ انکے یا بیٹے انکے یا بھائی
انکے یا کنبہ ان کا۔ یہ لوگ لکھ دیا اللہ نے بیچ
دلوں انکے کے ایمان اور قوت دی ہے انکو
ساتھ روح کے اپنے طرف سے اور داخل کریگا
انکو بہشتوں میں چلتی ہیں نیچے انکے سے نہریں
ہمیشہ رہنے والے بیچ اسکے راضی ہوئے وہ
اس سے یہ لوگ ہیں گروہ خدا کا خبردار ہو تحقیق
یہی گروہ اللہ کے ہیں فلاح پانیوالے۔

نور اسلام سے منور ہونے کے لئے لب بلا زمین پر اس جماعت سے زیادہ کوئی مستحق نہ تھا۔ روز ازل سے ایمان و اسلام کی اہلیت و استعداد ان کو مرحمت ہو چکی تھی۔ کلمۂ ہدایت ان پر چسپاں فرما دیا گیا تھا۔

وَأَلْزَمَهُمْ كَلِمَةَ التَّقْوٰى

اور چسپاں کر دیا ان پر تقویٰ کا کلمہ

وَكَانُوْٓا اَحَقَّ بِهَا وَاَهْلَهَا (سورۂ فتح رکوع ۳)	اور وہ اس کے بہت حقدار اور لائق تھے

ان کے تقوے اور ہدایت کے کارنامے مصدق بالوحی ہوئے۔ علم و عمل کی تعلیم قبول کرنے کا اس جماعت نے خاتمہ کر دیا جس پر ان کے ایمان و اسلام کی داد ان کو مرحمت ہوئی۔

اُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُؤْمِنُوْنَ حَقًّا لَهُمْ دَرَجٰتٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ وَمَغْفِرَةٌ وَّرِزْقٌ كَرِيْمٌ (سورۂ انفال رکوع ۱)	یہی لوگ ہیں ایمان والے برحق انکے لئے انکے پروردگار کے پاس بڑے مرتبے ہیں اور مغفرت ہے اور باکرامت رزق ہے۔

قلوب اور نفوس ان کے امتحان ہدایت میں سند یافتہ ہوئے۔

اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ امْتَحَنَ اللّٰهُ قُلُوْبَهُمْ لِلتَّقْوٰى (سورہ حجرات رکوع ۱)	یہ وہ لوگ ہیں کہ جن کے دلوں کو اللہ تعالیٰ نے پرہیزگاری کیلئے امتحان کر لیا۔

ان کے تقرب الی اللہ کی سند پر رضائے خداوندی کی مہر ثبت ہوئی کیونکہ میدان احسان و تقرب میں گوئے سبقت ان ہی نے حاصل کی تھی۔

وَالسّٰبِقُوْنَ الْاَوَّلُوْنَ مِنَ الْمُهٰجِرِيْنَ وَالْاَنْصَارِ وَالَّذِيْنَ اتَّبَعُوْهُمْ بِاِحْسَانٍ رَّضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَرَضُوْا عَنْهُ (سورہ توبہ رکوع ۱۳)	اور آگے بڑھ جانے والے سب سے پہلے مہاجرین اور انصار کی جماعت سے اور وہ لوگ جنہوں نے ان کی اتباع کی بھلائی کیساتھ اللہ ان سے راضی ہوا اور وہ اللہ سے

اس مقبول جماعت میں سے جو لوگ مشکوٰۃ نبوت کی ظل حمایت میں تھے انوار وحی کے پرتو سے نور فراست ان کا روز افزوں تھا۔ وہ صاحب وحی صلعم کے زیر تربیت

تھے اور ازل سے انہیں فہم دین اور تفقہ کی بہترین قابلیت عطا ہوئی تھی -

عَنِ النَّبِیِّ صلی اللہ علیہ وسلم	رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت
اَلنَّاسُ معادن الذھب	ہے کہ بنی آدم سونے اور چاندی کی کانوں
والفضۃ خیارھم فی	کی طرح ہیں (یعنی مختلف طبیعت) پس بہتر لوگ
الجاھلیۃ خیارھم فی	جو جاہلیت کے زمانہ میں بہتر ہوئے ہیں وہ اسلام میں
الاسلام اذا فقھوا رواہ	بھی بہتر ہوتے ہیں جبکہ تفقہ (اجتہادی تمیز) اور علم
مسلم عن ابی ھریرۃ رضی اللہ عنہ	حاصل کریں۔ اس حدیث کو مسلم نے ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا
وعن معاویۃ رضی اللہ عنہ	معاویہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ
قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ	فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جس
من یرد اللہ بہ خیرا یفقھہ	کے ساتھ اللہ تعالیٰ بھلائی چاہتا ہے
فی الدین متفق علیہ	اس کو دین کی سمجھ مرحمت فرماتا ہے
(بخاری و مسلم)	(یعنی اجتہادی مرتبہ)

اس جماعت کو فطری سعادت و اجتہاد و استنباط کی بنا حاصل ہے -

قَالَ سبحانہ لَعَلِمَہُ الَّذِیْنَ	البتہ جان لیتے ہیں اس کو جو تحقیق سے
یَسْتَنْبِطُوْنَہٗ - (سورۂ نساء رکوع ۹)	معلوم کر لیتے ہیں
وَمَا یَعْقِلُھَا اِلَّا الْعَالِمُوْنَ (سورۂ عنکبوت رکوع ۵)	اور نہیں سمجھ سکتے اسکو مگر علم والے -

اس جماعت کو منصب طالب العلمی نصیب ہوا تھا اور دنیا کو تعلیم دینے کی خدمت تفویض ہوئی تھی -

وَلْتَکُنْ مِّنْکُمْ اُمَّۃٌ یَّدْعُوْنَ	اور چاہئے کہ تم میں ایک جماعت ایسی

إِلَى الْخَيْرِ وَيَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ
وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ الآية (سورہ آل عمران رکوع ۱۱)
وَمَا كَانَ الْمُؤْمِنُونَ لِيَنْفِرُوا كَافَّةً
فَلَوْلَا نَفَرَ مِنْ كُلِّ فِرْقَةٍ
طَائِفَةٌ لِيَتَفَقَّهُوا فِي الدِّينِ
وَلِيُنْذِرُوا قَوْمَهُمْ
(سورہ توبہ رکوع ۱۴)

لوگوں کو بھلائی کی طرف اور حکم کرے
اچھی چیز کا اور روکے برائی سے۔
نہ تھے مسلمان کہ نکل جائیں سارے
پس کیوں نہ نکلی ہر فرقہ میں سے ایک جماعت
کہ سمجھ حاصل کریں دین میں اور تاکہ ڈراویں
اپنی قوم کو جبکہ ان پاس لوٹ کر آویں

عن انس رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
طلب العلم فریضۃ علی کل مسلم (فرض کفایہ)

مہاجرین و انصار کے جم غفیر کے حکم الٰہی کی تعمیل میں مدرسہ نبویہ کے درمیان درساً سبقاً علوم حاصل کئے اور معانی وحی اور اسرار اسلام کو پوری طرح سمجھا اور فقہائے اصحاب کہلائے۔ یوں تو احادیث نبویہ بالخصوص شرعیہ سے کم و بیش ہر صحابی نے حصہ لیا ہے اور کتاب و سنت کا قلیلاً یا کثیراً حامل ہوا ہے لیکن جو اصحاب تفقہ میں سر آمد ہوئے اور جن سے ضرورت کے وقت فتویٰ لیا جاتا تھا کتب تاریخ صحابہ و علم اصول میں ان کے اسمائے گرامی مشہور ہیں جیسے خلفائے اربعہ عبد اللہ بن مسعود۔ عبد اللہ ابن عمر۔ معاذ بن جبل۔ زید بن ثابت۔ عبد اللہ بن عباس۔ ابی بن کعب۔ ابو موسیٰ اشعری۔ زبیر بن العوام۔ طلحہ بن عبید اللہ۔ عبد الرحمن بن عوف۔ سعد بن ابی وقاص۔ سعید بن زید۔ حذیفہ بن الیمان۔ ابو ذر الغفاری

ابو ایوب الانصاری۔ عویمر بن ساعدہ۔ اسید بن حضیر۔ ابو الدرداءؓ
رفاعۃ بن رافع وغیرہم رضی اللہ عنہم ورضوا عنہ

یہ نفوس زکیہ۔ طَآئِفَةٌ لِّيَتَفَقَّهُوْا (پوری آیۃ صفحہ ۲۵ میں موجود ہے) کے مصداق بنے ممارست کتاب وسنت اور نبی کریم صلعم کی ملازمت اور مصاحبت اور مشاہدات وحی سے ان کو رسوخ فی العلم اور استنباط اور اجتہاد کا مرتبہ حاصل ہوا۔ ان حضرات پر اَلرَّاسِخُوْنَ فِي الْعِلْمِ۔ (سورہ آل عمران رکوع ۱) کی تعریف صادق آئی۔

جب عہد نبوت آخر ہوا اور درس نبوی کی ساعت ختم ہونے آئی اور شاگردوں نے سینے کتاب وسنت کے معانی سے منور ہوئے متعلمین نے نصاب علم وعمل کو ازبر کرلیا اور وراثت نبوت کی پوری قابلیت ان میں پیدا ہوگئی تو جماعت مقبولہ کو سند فراغت عطا ہوئی۔

اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِيْ وَرَضِيْتُ لَكُمُ الْاِسْلَامَ دِيْنًا۔ (نزلت فی حجۃ الوداع) سورۂ مائدہ رکوع ۱	آج کے دن کامل کر دیا میں نے تمہارے لئے تمہارا دین اور پورا کر دیا میں نے تم پر اپنی نعمت کو اور پسند کیا واسطے تمہارے دین اسلام۔

اسی روز تین مرتبہ ارشاد ہوا ہے کہ۔

"اَلَا هَلْ بَلَّغْتُ اَلَا هَلْ بَلَّغْتُ اَلَا هَلْ بَلَّغْتُ" (رواہ البخاری ومسلم)	"خبردار میں نے الٰہی پیام پہنچا دیا"

اسی روز فارغ التحصیل صحابہ کو آنے والی جماعت تابعین کی تعلیم کیلئے معلم اور قرار دیا

فَلْيُبَلِّغِ الشَّاهِدُ الْغَائِبَ (رواہ البخاری مسلم) جو لوگ موجود ہیں وہ انہیں پہنچا دیں جو موجود نہیں

ارشاد ہوا۔

عن أبي سعيد الخدري رضي الله عنه قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم ان الناس لكم تبع وان رجالا يأتونكم من أقطار الأرض يتفقهون فاستوصوا بهم خيرا (رواه الترمذي)

وقال صلى الله عليه وسلم تعلموا العلم وعلموها الناس تعلموا الفرائض وعلموها الناس فاني امرء مقبوض والعلم سيقبض (حديث سنن)

ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ فرمایا رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے آئندہ لوگ تمہاری پیروی کریں گے اور اطراف وجوانب سے لوگ تم سے علم سیکھنے کو آئیں گے پس تم علم سکھیو رکھو انکے تو سکھلے اس کو ترمذی نے روایت کیا ہے

فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے علم سکھیو اور لوگوں کو سکھاؤ اور فرائض سکھو اور لوگوں کو سکھاؤ اس لئے کہ میں تم سے جدا ہونے والا ہوں اور یہ تعلیم بند ہونے والی ہے۔

صحابہ رضی اللہ عنہم کا نصاب علم کتاب وسنت تھا جس طرح آں حضرت نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیم مشاہدہ وحی سے سمجھی اسی طرح علماء تابعین کو تعلیم دی اور سمجھایا۔ باعتقاد میں جو تعلیم ان کے سینوں میں محفوظ تھی وہ بجنسہ تابعین کو تلقین فرمادی۔ انہوں نے جو فعل رسول دیکھا تھا اور بحکم اسوہ حسنہ اس فعل کی اقتدار کی تھی اسی طرح تابعین نے جو فعل صحابہ کا باب تعبد میں دیکھا تھا اس کو دین سمجھا اور اس کی اقتدار کی۔ حجۃ الوداع کی صحیح حدیث مسلم وغیرہ میں ہے۔

انزعو بنی عبد المطلب فلولا ان یغلبنکم الناس علی سقایتکم لنزعت معکم (مسلم)

اے بنی عبد المطلب تم خود ڈول لیکر کویں سے پانی لکالو میں بھی تمہارے ساتھ نکالتا اگر مجھکو خوف نہ ہوتا کہ لوگ تم پر ہجوم کر کے غلبہ کریں گے یعنی میری اقتدا سے)

چونکہ صحابہ سنت رسول کی اقتدا کے عاشق تھے منجملہ اِن کنتم تحبون اللّٰہ فاتبعونی اس وجہ سے آپ زمزم پر تشریف لائے اور دست مبارک ڈول کو نہ لگایا اسی سنت پر تابعین کا عمل درآمد تھا ورنہ اگر آپ بہ نفس نفیس خود صلی اللہ علیہ وسلم ڈول سے پانی نکال کر تناول فرماتے اور لوگ اس کی اتباع کرتے تو موقع لاکھوں آدمیوں کی تعداد کا ہوتا ہے تو کشمکش زیادہ ہوتی اور حرج ہوتا

عن ابن جریج قال قال عطاء دعاہ عبد اللہ ابن عباس یوم عرفۃ الی الطعام فقال انی صائم فقال عبد اللہ لا تصم فان الناس مستنون بکم (مسلم)

ابن جریج سے روایت ہے کہ عطا نے اس سے کہا کہ حضرت عبد اللہ ابن عباس نے عرفہ کے دن ان کو کھانے کی دعوت دی اس پر عطا نے جواب دیا کہ میرا روزہ ہے عبد اللہ بن عباس نے فرمایا کہ روزہ نہ رکھو اس لئے کہ پھر لوگ تمہاری پیروی کریں گے"

ان نظیروں سے ثابت ہوتا ہے کہ صحابہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے فعل کی تابعین کی نظر میں کیا وقعت تھی اور کس طرح ان کے ہر فعل کو بجا طور پر فعل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سمجھا جاتا تھا۔ اسی اعتماد اور اطمینان کا نتیجہ تھا کہ صحابہ اور صدر تابعین کے زمانے میں تبلیغ و تعلیم میں سند کا التزام نہ تھا صحابہ

اکثر بغیر مشاہدہ واقعہ کے حدیث بیان فرماتے تھے اس لئے کتب حدیث میں مراسیل صحابہ مدوّن ہیں جن میں اصل راوی کا نام نہیں کبھی صحابہ نے حدیث جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے سنی تھی بیان فرمائی اور سمعت نہ کہا اس لئے ایسی موقوف احادیث کو جن کو بغیر سماع بیان کرنا صریحاً ناممکن ہے حدیث مرفوع قرار دیا گیا ہے کبھی مستفتی کو مسئلہ بتادیا حدیث ذکر نہ کی قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نہ کہا اس لئے ہر باب میں اقوال صحابہ مروی ہیں کہیں احادیث بھی اس باب میں مروی ہیں۔ یہی طریقہ تبلیغ وتعلیم کا تابعین وتبع تابعین میں جاری رہا۔ صحیح مسلم وغیرہ میں روایت ہے۔

عن ابن سیرین قال لم یکونوا یسئلون عن الاسناد فلما وقعت الفتنة قالوا سموا لنا رجالکم فینظر الی اھل السنة فیوخذ حدیثھم وینظر الی اھل البدع فلا یوخذ حدیثھم (مسلم)	ابن سیرین سے روایت ہے کہ ہمارے ابتدائی عہد تعلیم میں حدیث کی سند کا کوئی سوال نہیں کرتا تھا (یعنی جس شخص نے قال رسول اللہ کہا باور کر لیا کرتے تھے) جب حدیث کے بیان کرنے میں فتنہ واقع ہوا تو علماء نے حدیث کی سند کا سوال کیا کہ اہل سنت کی حدیث

مقبول کرتے اہل بدعت کی حدیث کو باور نہ کرتے تھا

اس لئے کتب احادیث میں ہزارہا مراسیل ومنقطعات تابعین سے مروی ہیں یہ طریقہ تعلیم وتبلیغ اس بنا پر تھا کہ ان قرون کے عباد اللہ مامون وامین فی الدین تھے۔ ان کی صداقت مسلّم اور ان کا خالص ایمان اور تقوی آفتاب

کی طرح روشن تھا وہ بغیر ضرورت کے بعد حدیث کو آخر تک بیان کرنا لازم نہیں جانتے تھے مثلاً بخاری کی کتاب اللباس میں ہے۔

حدثنا آدم حدثنا شعبة حدثنا عبد العزيز بن صهيب قال سمعت انس بن مالك قال شعبة فقلت اعن النبي صلى الله عليه وسلم فقال شديدا عن النبي صلى الله عليه وسلم من لبس الحرير الحديث (بخاری)

امام بخاری نے کہا کہ ہم سے آدم نے حدیث بیان کی ان سے شعبہ نے اور ان سے عبد العزیز بن صہیب نے کہ سنا میں نے انس بن مالک سے (من لبس الحریر الحدیث) شعبہ نے عبد العزیز سے دریافت کیا یہ حدیث قول ہے حضرت انس کا یا حدیث ہے رسول اللہ کی تو عبد العزیز نے سختی سے جواب دیا کہ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم

(یعنی قول حضرت انسؓ کا نہیں ہے بلکہ حدیث مرفوع ہے)

اگر شعبہ نہ ٹوکتے تو سند میں انقطاع رہتا۔ صحیحین میں ہے۔

عن ابن شهاب ان عمر بن عبد العزيز اخر الصلوٰة يوما فدخل عليه عروة بن الزبير فاخبره ان المغيرة بن شعبة اخر الصلوٰة يوما وهو بالكوفة فدخل

ابن شہاب سے روایت ہے کہ ایک روز عمر ابن عبد العزیز نے نماز پڑھنے میں تاخیر کی۔ اتفاق سے عروہ ان کے پاس آئے اور کہا کہ ایک روز مغیرہ بن شعبہ نے نماز پڑھنے میں تاخیر کی تھی جبکہ وہ کوفہ میں تھے اتفاق سے ان کے

عليه ابو مسعود الانصاری فقال ما هذا يا مغيرة اليس قد علمت ان جبرئيل نزل (الحديث) فقال عمر لعروة ما تحدث يا عروة فقال كذالك كان بشير بن ابی مسعود يحدث عن ابيه

پاس حضرت ابو مسعود انصاری آئے اور یہ کہا کہ کیا کیا تم نے اے مغیرہ کیا تم کو یہ علم نہیں کہ جبرئیل علیہ السلام نازل ہوئے (الحدیث) (یعنی تعلیم اوقات کی حدیث بیان کی) اس پر عمر ابن عبد العزیز نے عروہ سے کہا تم کیسے حدیث بیان کرتے ہو۔ عروہ (یعنی تم حضرت مسعودؓ سے ملے نہیں ہو حدیث کیسے بیان کرتے ہو) اس کے جواب میں عروہ نے کہا کہ بشیر ابن ابی مسعودؓ نے اپنے باپ سے یہ روایت مجھسے بیان کی ہے۔

اگر عمر عروہ کو نہ ٹوکتے تو سند منقطع رہتی۔

ایک صدی تک تعلیم کا یہی دستور رہا۔ علم لسانی و عمل اسلامی نصاب تبلیغ و تعلیم تھا۔ کوئی کتاب سوائے کتاب اللہ کے مدون نہ تھی۔ کتاب اللہ احادیث رسول تفسیر القرآن شرح الاحادیث۔ اس صدی کے علمائے ربانین کے صدور میں محفوظ تھے۔ یہ بزرگ اور برگزیدہ معلم اسی مستند ذخیرے اور ماخذ سے دوسروں کو تعلیم فرماتے تھے یہ تعلیم توارث ہے۔ اسی توارث پر عقائد اسلام و اعمال و احکام مبنی ہیں کیونکہ اس صدی کی شارع علیہ السلام نے مدح فرمائی ہے علما اس عہد کے خیر العلماء علم اس عہد کا خیر العلوم ہے۔ صحیح مسلم میں ہے۔

عن عائشة رضی الله عنها

حضرت عائشہ سے روایت ہے کہ

خیر الناس قرنی ثم الثانی ثم الثالث	فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ سب زمانوں سے بہتر میرا زمانہ

ہے پھر دوسرا پھر تیسرا۔

امام احمد نے مسند میں ترمذی نے جامع میں روایت کیا ہے

عن ابن مسعود رفعہ خیر الناس قرنی ثم الذین یلونہم ثم الذین یلونہم ثم یجئی اقوام تسبق شھادتھم الحدیث	ابن مسعود سے روایت ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سب سے بہتر میرے زمانے کے لوگ ہیں پھر جو ان کے بعد آئیں گے (تابعین) پھر جو ان کے بعد ہونگے پھر ایسی قومیں آئیں گی کہ خواہ مخواہ گواہی دینے کی کوشش زیادہ کریں گے (یعنی جھوٹے لوگ)

روایت طبرانی کے یہ الفاظ ہیں۔

خیر الناس قرنی ثم الثانی ثم الثالث ثم یجئی اقوام لاخیر فیہم	فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سب سے بہتر میرے زمانے کے لوگ ہیں پھر ان کے بعد کے پھر ان کے بعد

کے پھر ظاہر ہونگی ایسی قومیں جن میں کچھ خیر و بھلائی نہ ہوگی۔

یہ حدیث مرفوعاً مروی ہیں حضرت عمر ابن حصین و حضرت جعدہ وغیرہ سے بھی مروی ہے۔ ان میں چوتھے قرن کی بالاتفاق مذمت وارد ہے اور واقعات بھی چوتھے قرن کے شاہد ہیں کہ یہ قرن اسی مذمت کا مستحق تھا۔

رواہ ابن ماجہ وغیرہ	ابن ماجہ وغیرہ میں

عن انس ابن مالك رضی اللہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم امتی علی خمس طبقات فاربعون سنة اهل برّ و تقوی ثم الذین یلونهم الی عشرین ومائة سنة اهل تراحم وتواصل ثم الذین یلونهم الی ستین ومائة اهل تدابر وتقاطع ثم الهرج الهرج النجا النجا۔ وفی روایة کل طبقة اربعون عاما فاما طبقتی وطبقة اصحابی فاهل علم وایمان والثانیة الی الثمانین اهل برّ و تقوی ثم اهل تراحم و تواصل۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے میری امت کے پانچ طبقے ہیں چالیس برس کے طبقہ میں اہل تقویٰ ہیں۔ پھر ان کے بعد کے لوگ ایک سو بیس برس تک اصحاب ہودت فی مابین اور اہل صلہ رحمی ہونگے پھر اس کے بعد ایک سو ساٹھ برس تک باہمی مخالفت کے لوگ پیدا ہونگے پھر اسکے بعد مجادلہ مقاتلہ (پناہ خدا کی) دوسری روایت میں ہے کہ ہر طبقہ چالیس برس کا میرا طبقہ اور میرے اصحاب کے طبقہ میں اہل علم و ایمان ہیں۔ دوسرے طبقہ میں اسّی برس تک بھلائی والے اور پرہیزگار لوگ ہونگے پھر انکے بعد باہمی محبت و صلہ رحمی کے لوگ ہونگے (الحدیث)

خلاصہ تقریر یہ ہے کہ آغاز اسلام سے ایک صدی تک صحابہ کا دور رہا۔ یہ صدی اہل علم و ایمان و ارباب تقویٰ پر شامل ہے۔ اس صدی میں کبار تابعین و تبع تابعین پیدا ہو چکے تھے۔ تابعین صحابہ رضی اللہ عنہم سے دین اسلام

حاصل کر لیا تھا اور تبع تابعین کو تلقین کر دیا تھا اور طبقات ثلثہ مصداق حسن کے مصداق ہو چکے تھے۔

جب دوسری صدی شروع ہوئی مامون وغیرہ خلفاء کے عہد میں علوم فلاسفہ رومی۔ یونانی۔ عبرانی۔ سریانی۔ فارسی۔ وغیرہ سے عربی میں ترجمہ ہو کر اہل اسلام میں شایع ہوئے طبقہ رابعہ کے علماء کی ان علوم پر نظر پڑی۔ یہ علماء فلاسفہ کے ہم لہجہ ہوئے خوض فی الآیات والاحادیث شروع ہوا۔ فلسفہ کی ریشہ دوانی سے عقائد میں رخنہ پڑنے لگا۔

باب دوم

تصانیف طبقہ محدوحہ

ماخذ عقائد اسلامیہ ضروریہ وغیر ضروریہ کا کتاب اللہ وسنت رسول اللہ ہے۔ اس ماخذ کا ثبوت محض سلف کے توارث پر ہے اس واسطے کہ کتاب اللہ نزول کے وقت علیحدہ علیحدہ اوراق میں قلم بند ہوتی رہی۔ تکمیل نزول قرآن کے بعد اگرچہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے چھ اشخاص حضرات کامل قرآن کے حافظ ہوئے۔ تاہم جملہ علمائے صحابہ رضی اللہ عنہم میں قرآن کریم کا علم باختلاف قرأت سبعہ انزل علی سبعۃ احرف پھر اسی ابتدائی زمانے میں ایک قرأت میں مکتوب ہو کر امت اسلام میں شایع ہو گیا جو نقلاً بعد نقل آج تک منقول ومتوارث ہے۔

اسی طرح قرآن شریف کو تمام وکمال حفظ کرنے کا طریقہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے زمانے سے لے کر اب تک نسلاً بعد نسل مسلمانوں میں چلا آتا ہے۔

یہ تو توارث قرآن کا حال تھا۔ اب سنت رسول اللہ صلعم کے توارث کو لیجیے تاریخ علم حدیث سے ثابت ہے کہ پہلی صدی ہجری میں کوئی کتاب حدیث کی مدون نہ تھی تبلیغ لسانی بسند متصل وغیر متصل ونیز بے سند مروج تھی۔ دوسری صدی

انتظام تصنیف شروع ہوا کتب تفاسیر القرآن متضمن باحادیث مرفوعہ وموقوفہ ومرسلہ واقوال تابعین و کذا کتب مصنفات و مسانید وموطات وجوامع مدون ہوئیں اور علماء امت میں شائع ہوئیں۔ تیسری صدی میں تکمیل اصول وامہات حدیث نبویہ کی ہوئی ہے کالصحیحین والسنن الاربعہ وغیرہا جن پر عقائد اسلام وشرائع وشعائر اللہ مبنی ہے۔ اس کے بعد بھی تصنیف و تخریج احادیث مسندہ کا سلسلہ جاری ہوا۔ اور چوتھی پانچویں صدی میں ختم ہوا۔

جس طریق سے قرآن کریم امت اسلام میں متوارث ہے اسی طریق پر کتب احادیث علمائے اسلام میں متوارث ہیں کہ ہر ایک کتاب عہد مصنف میں مشتہر ہو کر نسلاً بعد نسلٍ و نقلاً عن نقلٍ وتعلیماً عن تعلیم علماء امت میں باقی ہے کتاب اللہ اور کتب حدیث کی متصل سند روایت نہ کی گئی ہو تو بھی ان کے قطعی ثبوت ہونے کے لئے توارث کافی ہے کیونکہ توارث قطعاً سند متصل ہے۔ کتاب وسنت کی توارث میں صرف اس قدر امتیاز ہے کہ کتاب اللہ شارع سے متوارث ہے اور کتب حدیث مصنفین و مخرجین سے۔

تصانیف احادیث میں حدیث۔ غیر حدیث۔ صحیح۔ غیر صحیح مخلوط تھیں امتیاز کے لئے علمائے سلف نے سنداً احادیث رجال سے تعرض کیا اور ہر ایک راوی کا حال عدل وغیر عدل وغیرہ معلوم کر کے کتب میں ضبط فرمایا۔ یہ کتب اسماء الرجال ہیں جو نقلاً بعد نقلٍ عہد تصنیف سے اب تک متوارث ہیں۔

جس طریق سے کتاب اللہ و کتب احادیث متوارث ہوئی ہیں اسی طریق پر نقل سے

جملہ علوم کی تصانیف تفسیر۔ فقہ۔ لغت۔ عقائد وغیرہ ذٰلک ان کے مصنفین سے اب تک متوارث ہیں۔

الحاق بالتوارث

کتب متوارثہ کا توارث دو طریق سے ہے۔ ایک طریق توارث نفس کتاب کا۔ یعنے بذریعہ تحریر کسی کتاب کا نقل در نقل ہوتے چلے آنا۔ مثلاً موطا امام مالک دوسری صدی کی تصنیف ہے بذریعہ نقل کتابت اب تک متوارث ہے تفسیر ابن جریر الحافظ تیسری صدی کی تصنیف ہے۔ یہ بھی تحریراً متوارث ہوئی۔ وکذلک الکتب الستۃ (تصانیف قرن ثالث)۔ لیکن بعض تصانیف ملحق بالتوارث کر دی گئی ہیں کہ کسی مشہور مصنف کے عہد کے بعد غیر مصنف نے کتاب تالیف کر کے بنام مصنف مشہور شائع کر دی ہے ایسی الحاقی تصنیف کے توارث کا سلسلہ آگے چلکر مصنف تک نہیں پہنچتا اور تاریخ المصنفین اور طبقات المصنفات سے اس کا انقطاع ثابت ہوتا ہے ماہرین علم طبقات المؤلفین پر اس کے نظائر مخفی نہیں۔

دوسرا طریق توارث کتب کا یہ ہے کہ ایک کتاب قرون سابقہ میں متوارث رہی اور گو بعد کے زمانے میں شایع نہیں ہوئی لیکن اس کتاب کی احادیث یا عبارات ہر پہلے اور پچھلے زمانے کے علمائے مصنفین میں متوارث ہیں۔ اس توارث میں کبھی نادر الحاق ہوا ہے بعض علماء باوصف کبیر الشان ہونے کے غلط قیاس کر گئے ہیں

سلسلہ روایت کے ایسے انقطاع کو اس طبقہ کے علمائے مورخین نے ثابت کر دیا ہے علما اسماء رجال المصنفین اس قسم کی ہر لغزش کو چھان کر الگ بتا دیتا ہے۔ صحیح اور معتبر توارث کی نظیر حدیث کی سند متصل ہے کہ اس کے سلسلہ توارث و تناقل کا انقطاع کسی طبقہ میں واقع نہیں ہوتا ہے جس طرح روایت متصل کا انقطاع کسی درجہ میں نہیں ہوتا ہے۔ مابہ الامتیاز صرف یہ ہے کہ سند روایت کے حامل احاد ہیں (موجب علم ظنی) اور توارث کے گواہ ہر طبقے اور زمانے کے کثیر التعداد افراد ہوتے ہیں۔ (موجب علم قطعی) اور جس طرح سند حدیث کا اتصال تاریخ رجال سے ثابت ہوتا ہے اسی طرح توارث مسلم کا اتصال تاریخ العلم و طبقات العلما سے ثابت ہوتا ہے اسی توارث کے سبب سے مسائل علم لغت۔ صرف و نحو۔ اصول وغیرہ قطعی الثبوت ہیں کہ واضعین سے ہم تک بجنسہ متوارث ہوئے اور مسائل الحاقیہ ہر علم کے تاریخ العلم سے علیحدہ اور نمایاں کر دیے گئے۔ خاص کر وہ مسائل جو کتب درسیہ میں ہیں۔ یا کتب کثیر التداولہ بین العلماء میں ہیں۔ اسی طرح علوم عربیہ، تفسیر۔ حدیث۔ فقہ۔ عقائد۔ وغیر ذالک کے مورث سے متوارث ہونے میں شک نہیں اگر ان میں کوئی مسئلہ الحاقی ہے تو کثرت شروح و حواشی اور تنقید علمائے سلف نے جو طبقہ بعد طبقہ ہوتی رہی اُسے چھان کر الگ کر دیا اگر یہ سلسلہ توارث کا تصانیف علوم میں قائم نہ رہتا تو کوئی مسئلہ کسی علم دینی یا دنیاوی کا ثابت نہ ہو سکتا تھا۔ مثلاً مسائل فقہیہ مذہب حنفیہ کی اگرچہ بارہویں صدی میں تصنیف ہوئی لیکن اس کے مسائل ہر قرن کی تصنیف میں پائے

جاتے ہیں۔ اقوال امام علیحدہ۔ فتاوی فقہاء جدا۔ یہاں تک کہ دوسری صدی کی تصانیف جامع صغیر۔ مبسوط وغیرہ اس تفصیل کی شاہد ہیں۔ علیٰ ھذا القیاس مسائل فقہیہ شافعیہ۔ مالکیہ۔ حنبلیہ۔ اسی سند متصل متوارثہ سے ثابت ہیں۔ اور اگر ان تصانیف سے کسی تصنیف میں سہواً یا مجازفۃً کوئی مسئلہ ملحق ہے تو اس کا الحاق قرون سالفہ وخالفہ کی تصنیفات صاف کرتی ہیں۔ علیٰ ھذا القیاس مسائل عقائد اسی معتبر توارث کی متصل سند سے ثابت ہیں۔

تصانیف طبقہ رابعہ

اول صدی عہد صحابہ وتابعین ہے اس صدی میں اگرچہ اختلاف عقائد کے بعض بنیادی اسباب پیدا ہو گئے تھے مثلاً خلافت مشاجرات فیما بین وغیرہما لیکن کوئی امتیاز عقائد اسلام میں خود رایوں سے پیدا نہیں ہوا تھا وہ فرقہ بندی جس پر عقائد کی طوائف المذہبی صادق آتی، واقع نہیں ہوئی تھی۔ بلکہ عہد طوائف المذہبی دوسری صدی سے شروع ہوا ہے اور اسی زمانہ میں بحکم خبر صادق

اعجاب کل ذی رائ برایہ۔	ہر ذی رائے اپنی رائے کو پسند کرتا ہے۔

فتنۃ الآراء حادث ہوا یعنے لوگوں نے معانی کتاب اللہ اور عقائد کے

متعلق تعلیم نبوی کو جو طبقات ثلاثہ سے متوارث چلی آئی تھی مسلّم نہ رکھا بلکہ ان کے معانی میں غیر متوارث تاویل و تحریف کی گئی جعد ابن درہم نے کلام الٰہی کا انکار کیا۔ یعنے صفات باری عز شانہ کا انکار شروع ہوا اور ایک فرقہ جملہ صفات الٰہی کا جو قرآن و حدیث سے ثابت ہیں انکار کرنے لگا۔ کسی نے قضاؤ قدر کا انکار کیا۔ کوئی آخرت میں رویت باری عز شانہ کا منکر ہوا کسی نے جن و ملائکہ کا انکار کیا کہ قوائے طبعیۃ اور ملکات فطری ملائکہ و جن ہیں۔ ایک فرقہ عرش و کرسی کے وجود کا منکر ہوا کہ یہ سطحات افلاک ہیں۔ کسی نے خوارق انبیا کا انکار کیا۔ معجزات عیسیٰ علیہ السلام خلق طیر، احیاء موتیٰ، ولادت عیسیٰ علیہ السلام بغیر والد کے تسلیم نہ کئے۔ وغیر ذالک ممافی مفصلات المذاھب اس افتراق و اختلاف کی بناء مسلمات عقلیہ فلسفیہ ہیں ہر شخص نے اپنی عقل کے مطابق مذہبی اصول کو مرتب کرنا چاہا۔ اس لئے باہم ان فرقوں میں بھی اختلاف شدید ہے۔ ہر ایک فرقہ نے اپنی خراط عقل پر عقائد اسلام کو مخروط کیا اور اپنی تاویل کو اسلام و ایمان سمجھا اور باقی فرقوں کے معانی کو غلط اور گمراہی جانا۔ ایسے ہر ایک عالم کے بعض عوام پیرو ہو گئے اور فرقہ بندی ہوتی رہی۔ حدیث ستفترق امتی (میری امت میں فرقے ہوں گے) کا مصداق ظاہر ہوا۔ یہ جدید فرقے معتزلہ۔ خوارج۔ مرجیہ۔ جہمیہ۔ جبریہ۔ قدریہ۔ مشبہ۔ معطلہ۔ وغیرہ کے نام سے مشہور ہیں۔ ان کے پیشواؤں نے اسی دوسری صدی میں تصانیف کا سلسلہ شروع کر دیا اور وقتاً فوقتاً اپنے اپنے عقائد میں کتابیں لکھتے رہے چنانچہ ہر ایک فرقہ کی تاویل ان کی تصانیف میں درج ہے

اور یہ جملہ تاویلات قرآن واحادیث کے متوارث معانی کے خلاف ہیں۔

ابتدائے عہد طوائف المذاہب میں حضرات تبع تابعین کے بعض علمائے محدثین ومحمودین بحکم لایزال طائفۃ من امتی (الحدیث) موجود تھے۔ ان کو جس تعلیمی سلسلہ سے کتاب وسنت کے الفاظ متوارث پہنچے تھے اسی سلسلہ تعلیم کے ذریعے ان الفاظ کے معانی پہنچے تھے اور ان ہی محفوظ اور متوارث معانی کو انھوں نے نئے اور من گھڑت معنی نکالنے والوں کے سامنے پیش کیا۔ نئے فرقوں کی تنقید وتردید کی اور ان کے جواب میں خود کتابیں تصنیف کیں اور قرآن کے ان معانی اور اسلامی عقائد کو مدون فرمایا جو بزرگان سلف سے اُن کو پہنچے تھے۔ یہ ہی تصنیفات مسلمانوں کے عقائد صحیحہ کا ماخذ ہیں۔ اور ان ہی مدونات کی اشاعت سے ملۃ متوارثہ اب تک محفوظ ہے۔ مقاتل بن سلیمان۔ فضیل بن عیاض۔ عبدالرزاق حمیری۔ سفیان بن عیینہ۔ سفیان ثوری۔ وکیع بن الجراح شعبۃ بن الحجاج۔ یزید بن ہارون۔ آدم عسقلانی اسحٰق بن راہویہ وغیرھم ائمہ محدثین حجاز وعراق و شام ویمن وخراسان کی تصانیف اسی عہد میں شائع ہوئی ہیں ان تصانیف میں عقائد اسلام صحابہ وتابعین کے منشا کے مطابق مرتب کئے گئے ہیں۔ نصوص کو فرق حادثہ کے جواب میں معانی متوارثہ کے ساتھ بیان کیا گیا ہے۔ ان میں بعض معانی بروایت مرفوعہ بیان کئے گئے ہیں اور بعض باقوال صحابہ وتابعین جن کی سند مرفوع متصل نہ تھی کہ اول عہد ہی میں التزام

اتصال سند کا نہ تھا۔ البتہ معانی کتاب وسنت متوارث تھے اور اس کی سند سینہ بہ سینہ چلی آتی تھی اسی طرح بسند متصل صدرا عن صدر جس طرح الفاظ نصوص بلاکم وکاست متوارث ہوئے تھے یس جس طرح نظم القرآن توقیفی ہے بتوارث ہم کو پہنچی اسی طرح معانی قرآن توقیفی ہیں بتوارث ہم کو پہنچی ہیں۔ ان معانی متوارثہ عند اہل السنۃ کا شاہد خود جم غفیر طبقہ رابعہ ہے یعنے دوسری صدی وتیسری صدی کے علمائے اعتزال وجہم وارجاء وغیرہم جنہوں نے اپنی اپنی تصانیف میں معانی متوارثہ اہل سنت کو علماء السنۃ کی طرف منسوب کیا ہے اور اقوال تابعین وصحابہ کو جسے اہل سنت سند میں لاتے تھے وقتاً فوقتاً رد کیا ہے اور اپنی آرا کی تائید میں صرف قرآن کے لفظی معنی پیش کئے ہیں۔

ان کی اور بعد کے ان علماء کی رائیں جنہوں نے نئے نئے عقیدے اور فرقے نکالے، فلسفے پر مبنی ہیں ان ہی فلسفی اور عقلی دلیلوں کے زور سے ان حضرات نے اپنے جدید عقائد منوانے چاہے اور جیساکہ ہم نے اوپر بیان کیا تیسری صدی ہجری میں اپنے اپنے مذہبوں کے متعلق مستقل کتابیں تصنیف کیں۔ اس کے مقابلہ میں علمائے سنت نے علمِ کلام کے اصول مرتب کئے جس کے ذریعہ اصلی عقائد سنت کو محکم دلیلوں سے ثابت کیا اور اسی کے ساتھ فلسفۂ حکما کا بھی تار و پود بکھیر دیا۔ جس کا فرش ولحاف دہریت ہے۔ یہ علم کلام بھی متوارث عن المتکلمین ہے۔ واضح رہے کہ موجدین علم کلام نے علم کلام کے اصول سے تصدیق نبوت حاصل نہیں کی ہے اس لئے کہ یہ تصدیق

ان کو بغیر ان اصولوں کے بھی حاصل تھی۔ بلکہ اصحاب طبیعیات و سائنس و اعتزال نے اخبار غیبیہ متواترہ کے خلاف جو دلیلیں قائم کی تھیں علم کلام سے ان کی تردید کی گئی ہے اور انبیاء علیہم السلام کے غیبی اخبار کا امکان ثابت کیا ہے وذلک مبسوط فی الکلام اسی سلسلہ میں مسلمانوں کے عقائد اصلی کا ایک مستقل نظام تیار ہو گیا یہ عقائد قرآن اور اقوال رسول صلعم ہی سے ماخوذ ہیں۔ فرق اس قدر ہے کہ ماخذ مذکور میں بہ ترتیب عقائد مدون نہ تھے بلکہ تفاسیر میں بہ ترتیب قرآنی و احادیث میں بہ ترتیب کتب حدیث مرتب تھے اور کتب عقائد میں علیحدہ ترتیب کے ساتھ مرتب کر دیا گیا ہے ان عقائد سنت کی ترتیب دو باب میں کی گئی ہے۔

۱۔ عقائد ضروریہ۔ مسائل ذات و صفات سبحانہ۔ نبوۃ۔ رسالۃ۔ احوال قیامت دوزخ۔ جنت وما والاہا۔

۲۔ وعقائد غیر ضروریہ۔ جن مسائل کا علم ضروری و اعتقاد لازم فی الاسلام نہیں ہے۔ ان مسائل کو مصنفین نے کتب عقائد میں اس وجہ سے درج کیا ہے کہ جدید فرقے والوں نے ان کو غیر مستند طریقوں سے بیان کیا تھا۔

جماعت مصنفین مذکورین جن کی مصنفات ماخذ عقائد السنۃ ہیں اول طائفہ ہے۔ مجددین کا جو دوسری صدی اسلام میں پیدا ہوا ہے جس کی خبر شارع نے متعدد روایات میں فرمائی ہے

لایزال طائفۃ من امتی قوامۃ علی امر اللہ۔ رواہ البخاری وغیرہ۔	ہمیشہ رہیگی ایک جماعت میری امت میں سے مستقیم اللہ کے حکم پر اس حدیث کو بخاری نے روایت کیا

ایک روایت میں یوں آیا ہے۔

یحمل هذا العلم من کل خلف	اسلام کے علم کو عادل لوگ ہر پچھلے
عدولہ ینفون عنہ تحریف	طبقہ میں سے سیکھ لیں گے جس سے
الغالین وانتحال المبطلین	گمراہوں کی تحریف کو دور کر دیں اور باطل
وتاویل الجاھلین	مذہبوں کو اور جاہلوں کی تردید کریں۔ مشکوٰۃ

کسی روایت میں ہے من یجدد لها دینها علوم سنت کی اسی وارث جماعت نے ترتیب سے پہلے تصانیف علم کتاب و سنت سے افتراق کامہ اسلام کے مقابلہ میں احیاء سنت فرمایا ہے جس سے تحفظ معانی کتاب و سنت کا ہوا ہے

اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّکْرَ وَاِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوْنَ۔	البتہ ہم نے اتارا ہے یہ ذکر اور ہم ہی اس کے البتہ حافظ ہیں۔

یہی روحانی تھے جو صحابہ و تابعین رضی اللہ عنہم کی تعلیم سے متوارث ہوئے تھے اور صحابہ رضی کی بمصداق آیۃ کُتِبَ فِیْ قُلُوْبِهِمُ الْاِیْمَانَ وَاَیَّدَهُمْ بِرُوْحٍ مِّنْهُ (یہ آیت صفحہ ۲۲ میں مع ترجمہ ملاحظہ فرمائیے) شارع علیہ السلام سے مدرج وارث ہے۔ ان کے ایمانیات و عقائد کی سند لِتُبَیِّنَ لِلنَّاسِ مَا نُزِّلَ اِلَیْهِمْ (صفحہ ۲۲ میں یہ آیت معہ ترجمہ پوری گزری) تک متصل ہے اگرچہ اس توارث میں بظاہر حدثنا و اخبرنا کا سلسلہ شارع تک متصل نہیں لیکن سلسلہ توارث بحکم لَا تَزَالُ طَائِفَةٌ بحکم یحمل من کل خلف عدولہ کے ان ہی بزرگوں کی بدولت اسلام کی سیدھی راہ علیحدہ کر کے دکھا دی گئی جیسا کہ فرمایا اللہ تعالیٰ عزوجل نے قَدْ تَبَیَّنَ الرُّشْدُ مِنَ الْغَیِّ اور ہمیشہ کے واسطے ایک طریقہ مقرر کر دیا

معیار مسائل عقائد السنت

کتب عقائد سے جس مسئلہ کا سلسلہ دوسری صدی کی تصنیفات تک متصل ہو وہی اہل سنت کا صحیح عقیدہ ہے کیونکہ وہ اصلی ماخذ عقائد سنت سے مستنبط ہے اور جس کا سلسلہ ماخذ مذکور تک مسلسل نہ ہو وہ مسئلہ الحاقی ہے۔ عقائد سنت کی بڑی کسوٹی یہی ہے۔ ہر صدی میں امت اسلام سے فتنۂ فساد الزام ظاہر ہوا ہے اور جملہ مجددین نے سلف ممدوحہ و خیر القرون کے مفاہیم سے احیاء سنت فرمایا ہے کہ وہی مفاہیم ما انا علیہ واصحابی کے مصداق ہیں۔ کتاب اللہ و سنت رسول اللہ محض لفظ کا نام نہیں بلکہ کتاب و سنت سے بامعنی الفاظ مراد ہیں اور معانی کتاب ماوشما کے کہنے یا سمجھنے سے ظاہر نہیں ہوئے ہیں بلکہ منتخب صحابہؓ اور تابعین کی تعلیم سے جو انہیں رسول مقبول صلعم سے پہنچی تھی ہم پر ظاہر ہوئے ہیں۔ کتاب اللہ عزوجل ام الملۃ وام العقائد ہے سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس کی گویا تفسیر ہے۔

اہل سنت والجماعت کی تفسیر کے دو مسالک ہیں ایک مسلک تفسیر بالروایات ہے یعنے مرفوعات احادیث و آثار صحابہ و تابعین سے تفسیر کی گئی ہے اس مسلک سے ما توارث کا تحفظ کیا گیا ہے جس سے مذہب اہل سنت جو سینہ بسینہ تھا قلم بند ہو کر بذریعہ تعلیم و تعلم آج تک باقی ہے یہ مسلک ایمان العجائز کے طریقے پر ہے جو ارباب دین العجائز امتہ امیہ سے مروی ہے۔

متاخرین مصنفین نے اسی سلک میں طریق اختصار اختیار کیا ہے اور بغیر حوالہ روایات تفاسیر میں آیات کے معانی بیان کر دیے ہیں۔

دوسرا سلک متکلمین کے طریقے کا ہے۔ جس میں فلاسفہ و متبعین فلاسفہ کے اعتراضات کے جوابات دیے گئے ہیں اور علم کلام کے اصول پر تفسیر کی گئی ہے۔

اوّل سلک کی تفسیر کا رواج دوسری تیسری صدی میں رہا اس وقت کی تفاسیر کا بہترین مجموعہ تفسیر ابن کثیر ہے دوسرے سلک کا بحر ذخار تفسیر کبیر ہے۔ قدمائے مفسرین میں جس نے طریقہ متکلمین کو اختیار کیا وہ مقاتل بن سلیمان ہیں کہ انہوں نے فرقہ جہمیہ کے طریقہ کا عقلی ادلہ اور فلسفی مسلمات سے بھی جواب دیا ہے گویا طریق تکلم میں سب سے پہلے قلم اٹھایا ہے۔

ایک تیسرا سلک تفسیر صوفیہ کا ہے۔ یعنے اسرار القرآن (اور اسی طرح احادیث نبوی کے معانی بھی) اکثر صوفیہ کرام مثل شیخ اکبر ابن عربی و شیخ العرفا کاشانی نے اس سلک پر تفسیر لکھی ہے قرآن کریم جوامع الکلم ہے اس کی جامعیت کی وجہ سے اسرار کا انوار د نفوس زکیہ پر لانہایۃ ہوا ہے اور یہی سلسلہ غیر متناہی قیامت تک رہے گا۔ لیکن جو ظاہری معنی بیان کیے جائیں ان کا معتبر ہونا ضروری ہے کہ کلام الٰہی جامع بین الظاہر والباطن ہے۔ تکالیف شرعیہ معانی ظاہریہ پر مرتب ہیں۔ زاں بعد مرتبہ اسرار ہے جس پر تکلیف شرعی مرتب نہیں۔ مثلاً باطنی علوم یا نفس کشی کے طریقے۔ باب احکام شریعت میں اجتہاد کا دخل ہے اور متعدد طریقوں کا درست ہونا ممکن ہے کیونکہ شارع صلعم نے عمل حج میں قربانی کرنے والے اور سر منڈانیوالے دونوں کے حق میں احسنت فرمایا ہے (معروف

عند العلما) بخلاف باب عقائد کے جس کا دروازہ نہایت تنگ ہے اجتہاد و رائے کو اس میں دخل نہیں اور اخبار غیب میں عقل و رائے پہ تکیہ نہیں کیا جا سکتا پس باب عقائد میں جو اسرار و معانی ہماری متوارث تعلیم کے معارض ہیں وہ اہل سنت والجماعۃ کے نزدیک معتبر نہیں بلکہ توارث کے معیار سے ان کو رد کر دیا گیا ہے۔ جو اسرار شریعت کے معارض نہیں، شریعت ان سے ساکت ہے غرض عقائد اہل سنت میں ثابت ہے کہ:۔

والنصوص تحمل علی ظواھرھا والعدول عنھا الی معان یدعیھا اھل الباطن الحاد۔

آیات و احادیث کے ظاہری معنے اسلام میں مراد ہیں اس سے تجاوز کر کے باطنی معنی پیدا کرنا جیسے باطنی گمراہ فرقہ نے کیا ہے۔ الحاد ہے

اَمثِلَۃُ معانی شرعیّہ صُوفیہ ولغادیّہ

(٭)

مثلاً ایمان باللہ۔ صلوٰۃ۔ صوم۔ زکوٰۃ۔ حج وغیرہ کے ایک تو معانی متوارثہ ہیں جن کی تفصیل کتب شریعت میں منقول ہے۔ ان معانی کے اعتبار سے عباد اللہ پر شرعی پابندیاں عائد کی گئی ہیں اور شرعاً اسی اعتبار سے فرق بین الایمان والکفر قرار دیا گیا ہے۔ صوفیہ کرام نے ان معانی ظاہریہ سے علاوہ ان ہی الفاظ ایمان، صلوٰۃ وغیرہ کے جداگانہ معانی کتب تفاسیر و تصوف میں بیان کئے ہیں۔ مگر ان معانی کے اعتبار سے عباد اللہ مکلف نہیں اور ان پر عمل نہ کرنے

کوئی گناہ نہیں ہوتا۔ معانی الحادیہ زندیقیہ: بزرگان صوفیہ کے علاوہ ایک گروہ ان فلاسفہ کا ہے جنھوں نے قرآن و حدیث کے معانی میں تاویل کر کے عجیب عجیب مطالب پیدا کر دیے ہیں۔ اس کی تفصیل یہ ہے کہ جملہ شرایع و ادیان سماویہ کی بنا تین چیزوں پر ہے۔ اور ان ہی پر شریعت کے احکام مرتب ہیں۔ ایک وجود سبحانہ تعالیٰ بصفاتہ السمع والبصر والکلمۃ وغیرہا من صفاتہ الکاملۃ دوسرا حدوث عالم دنیا تیسرا آئندہ وجود قیامت۔ یعنے فنائے عالم دنیا کے بعد عالم جزا و سزا اور حرکات وسکنات دنیا کا پھر واقع ہونا کما بینہ الشریعۃ۔ ان تین چیزوں پر شریعتوں کے احکام مرتب ہیں عقلی ادلہ سے ان ہر سہ چیز کا علم حاصل ہونا محال ہے کیونکہ محسوسات بلکہ معقولات اولیٰ و معقولات ثانیہ کی بھی وہاں تک رسائی نہیں ہے۔ حکمائے پیشین نے ہر قسم کے اختلاف کے بعد اگر معلوم کیا ہے تو وہ بھی صرف علۃ واحدۃ کہ علۃ العلل ہے وہ بھی لا یصدر عنہا الا الواحد تعالیٰ شانہ علوا کبیرا

ایسا ہی وجود ان کی قیامت کا ہے۔ تعلیم نبوت نے جس تفصیل کے ساتھ ان دو چیزوں کو بیان کیا سماوات و مقدور فلاسفہ سے باہر ہے۔ حکمائے طبیعین ان دو چیز کے وجود سے قطع نظر کئے ہوئے ہیں۔ اس لئے کسی شریعت کے پابند نہیں۔ ان میں سے بعض فرقہ کی رائے عقل و نقل کے ازدواج سے مجتمع ہوئی ہے۔ انہوں نے جملہ نصوص شرع کو تاویل کے قالب میں ڈھالا ہے مثلاً وجود سبحانہ تعالیٰ شانہ کو دہر وفطرت سے تعبیر کیا۔ اس استدلال سے کہ ما یہلکنا الا الدھر نص صریح ہے اور حدیث صحیح لا تسبوا الدھر فان اللہ ھو الدھر ایک روایت میں ہے انی انا الدھر اقلب اللیل والنہار اور صفات سبحانہ تعالیٰ کو استعارات

وتشبیہات پر محمول کیا ہے۔ نصوص قیامت اِنَّ السَّاعَةَ اٰتِیَةٌ لَّا رَیْبَ فِیْھَا وَاَنَّ اللّٰہَ یَبْعَثُ مَنْ فِی الْقُبُوْرِ کو تشبیہات ومجازات قرار دیا ہے یعنے آئندہ زمانے میں کرہ زمین پر عنصری وطبعی مصائب ایسی آنے والی ہیں جن سے عیش حیوانات یکسر ناممکن ہو کر نظام عنصری اس ہیئت کا باقی نہ رہے گا۔ باقی رہا آسمان کا شق ہونا احوال چاند سورج وغیر ذٰلک من اخبار القیٰمۃ ان کو شدت مصائب کا استعارہ قرار دیا ہے مثلاً تَکَادُ السَّمٰوٰتُ یَتَفَطَّرْنَ مِنْہُ وَتَنْشَقُّ الْاَرْضُ وَتَخِرُّ الْجِبَالُ ھَدًّا ۔ اس کے معنی ان لوگوں نے یہ بیان کئے ہیں کہ اس آیت میں فطور آسمان وشق زمین وخر جبال حقیقتہً مراد نہیں ہے بلکہ اس کا مطلب صرف یہ ہے کہ دنیا میں سخت فتنہ وفساد اور ہل چل پڑ جائے گی اسی طرح امر ثالث۔ یعنے شریعت کے احکام کی تاویل کی ہے کہ فلاح ونجات جملہ امور معاش ومعاد میں تزکیہ نفس سے حاصل ہوتی ہے یہ نص صریح ہے۔ قَدْ اَفْلَحَ مَنْ زَکّٰھَا یہی تزکیہ طریقہ ہدایت اور اصل مقصود ہے۔ جس کے لئے کسی خاص قسم کی عبادت ضروری نہیں وغیرہ وغیرہ اور یہ سب تاویلات ملحدانہ۔ اور اسلامی معیار سے ناقص وغلط ہیں ؛

باب سوم

(۳)

مَابِهِ الاِمْتِیَازُ بَیْنَ اَھْلِ السُّنَّۃِ وَبَیْنَ سَائِرِ الفِرَقِ الحَادِثَۃِ وَالفَرقُ فِی تَفسِیرِھِمَا

اہل سنت وجملہ فرق حادثہ کا تمسک قرآن وحدیث سے ہے۔ ہر دو فریق کا امتیاز مسائل اعمال واحکام کے اختلاف پر مبنی نہیں ہے بلکہ اختلاف عقائد پر مبنی ہے۔ باب عقائد میں ناسخ ومنسوخ نہیں ہے۔ اخبار غیب پر ایمان لانا ہے اس لئے اس باب میں اجتہاد ورائے کو دخل نہیں ہے۔

کتاب اللہ عزوجل وحدیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم محض الفاظ کا نام نہیں ہے بلکہ لفظ بالمعنی المراد سے عبارت ہے۔ (جیساکہ پہلے بیان ہوا) اسلام کے عقائد ضروریہ کا مدار ثبوت قطعیت پر ہے کیونکہ بغیر ایسے قطعی ثبوت کے اسلام اور کفر میں کوئی حدِ فاصل قائم نہیں کی جاسکتی۔ پھر جس طرح آیات قرآن اور احادیث صحیح (متواتر) کے الفاظ توارث کے ذریعے قطعی الثبوت ہیں۔ اگر اسی طرح اُن کے معنی قطعی الثبوت نہ ہوں تو اسلام اور کفر کے درمیان فرق کرنے والی کوئی چیز باقی نہ رہے گی اور نہ صرف الفاظ کی بنا پر کوئی قطعی حکم لگایا جاسکتا ہے۔ مثال کے طور پر یہ آیت اِنَّكَ لَا تُسْمِعُ الْمَوْتٰى

عدم سماع موتی پر قطعاً دال نہیں مانی گئی۔ و قولہ سبحانہ اِذَا قُرِئَ الْقُرْاٰن فَاسْتَمِعُوْا لَهٗ وَاَنْصِتُوْا عدم قراۃ فاتحہ خلف الامام پر قطعاً دال نہیں۔ و قولہ تعالیٰ ثَلٰثَةَ قُرُوْءٍ معنی طہر پر قطعاً دال نہیں۔ اخبار احاد غیر مشہورہ سے عقائد ضروریہ ثابت نہیں ہوتے جس سے تفریق بین الاسلام والکفر کی جائے۔ عقائد اسلام بلکہ احکام اسلام کا ثبوت بھی کسی ایک آیت یا ایک حدیث کے مفہوم و مدلول پر موقوف نہیں ہے بلکہ متعدد آیات و مجامیع احادیث سے حاصل ہوتا ہے اس بنا پر ائمہ اہل سنت والجماعت نے باب عقائد میں تفسیر جملہ آیات و شرح جملہ احادیث کے لئے طریق استنباط و اجتہاد سے قطع نظر کر کے صرف سلف صحابہ و تابعین کے معنی پر مدار رکھا ہے جو متوارث ہیں اور بعد ثبوت توارث کی تفسیر کے لئے یا شرح حدیث کے لئے حدیث مرفوع کا پایا جانا شرط نہیں ہے کیونکہ پہلے دور کی تعلیم و تبلیغ میں سند کا التزام نہ تھا اس لئے اہل سنت اگر کسی آیت یا کسی حدیث کے ظاہری مفہوم و مدلول کو عقائد متوارثہ کے خلاف مانتے ہیں تو اصول توارث کی بنا پر اس کی تفسیر کرتے ہیں جس کی تفصیل آگے آتی ہے۔ بخلاف باقی فرق حادثہ معتزلہ وغیرہ کے کہ انہوں نے عقائد اسلام کو فلسفہ کی خراط پر مخروط کیا ہے۔

پھر جس آیت کی ظاہری مفہوم و مدلول کو ان من گھڑت عقائد کے موافق سمجھا اس سے استدلال کیا۔ اور باقی آیات و احادیث کو جو اس بارے میں آئی ہیں اور فرقہ سنت کے متوارث طریق کو ثابت کرتی ہیں، ان کی تاویل کر دی۔ اس لئے یہ فرقے تفسیر القرآن و شرح احادیث میں مفاہیم صحابہ و تابعین و ما توارث عن السلف کی اتباع لازم نہیں جانتے ہیں

تفاسیر کا مدار ان کے ہاں محض لغات عربیہ و اصول ادبیہ و محاورات و استعارات پر ہے۔ اگرچہ وہ طریق متوارث کے خلاف ہی کیوں نہ ہو۔ پس اہل سنت اور ان فرقوں میں یہی اصولی فرق ہے۔ اس امتیاز اور فرق کی توضیح و تشریح کی غرض سے ایک تقریر کے بعد مناسب ہوگا کہ اس کی نظیریں اور مثالیں پیش کر دی جائیں۔ اور ان مثالوں سے بصراحت ثابت ہو جائے گا کہ توارث کے خلاف کرنا اور معانی کتاب اللہ کا محض لغات و محاورات پر قرار دینا اعجاب کل ذی رای برایہ ہے۔

اور مصداق ہے حدیث صحیح کا۔ من قال فی القرآن۔ برأیہ فلیتبوا مقعدہ من النار۔

التقریر

کسی کلام کے مدلول لغوی سے مخاطب نے جو کچھ سمجھا ہے وہ مفہوم کلام ہے مثلاً کسی نے کہا کہ میں نے شیر مارا ہے۔ مخاطب نے اس سے حیوان درندہ سمجھا تو یہ مفہوم ہوا اور مدلول کلام کا یہی ہے۔ لیکن اگر کسی قرینہ سے متکلم کی کسی تصریح سے ثابت ہوا کہ مراد متکلم کی لفظ شیر سے شخص بہادر ہے تو یہ مراد معنی کلام ہے پس کلام کی شرح کے لئے معنی کا اعتبار ہوگا نہ کہ مدلولات لغوی یا ظاہری مفہوم کا کیونکہ گو ظاہری مفہوم اور حقیقی مراد دونوں مدلول الفاظ ہوتے ہیں لیکن یہ ضروری نہیں ہے کہ ظاہری مفہوم ہی متکلم کا اصلی مطلب ہو۔ قرآن وحدیث عربی لسان ہے۔ اور بہت سے عربی الفاظ بھی دوسری زبانوں کے الفاظ کی طرح کئی کئی معنی اور مفہوم رکھتے ہیں مثلاً "لفظ" قرء" ثَلٰثَةَ قُرُوْءٍ کہ مشترک ہے بین الحیض والطہر یہ اشتراک مادہ سے ہے۔ اور کبھی اشتراک فی اللغۃ والاستعمال ہوتا ہے۔ مثلاً لفظ "موت" كُلُّ نَفْسٍ ذَائِقَةُ الْمَوْتِ۔ انّك ميت وانهم ميتون۔ اموات غير احياء۔ يُخْرِجُ الْحَيَّ مِنَ الْمَيِّتِ۔ وَلَا تَقُولُوا لِمَنْ يُقْتَلُ فِي سَبِيلِ اللهِ اموات۔ ومثلاً لفظ "وفات" هُوَ الَّذِي يَتَوَفّٰكُمْ بِاللَّيْلِ وَيَعْلَمُ مَا جَرَحْتُمْ بِالنَّهَارِ اللهُ يَتَوَفَّى الْاَنْفُسَ حِيْنَ مَوْتِهَا وَالَّتِي لَمْ تَمُتْ فِي مَنَامِهَا و مثلاً لفظ "صلوٰۃ" اَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ اِنَّ صَلٰوتَكَ سَكَنٌ لَّهُمْ لَا تُصَلِّ عَلٰى اَحَدٍ مِّنْهُمْ۔ اِنَّ اللهَ وَمَلٰٓئِكَتَهٗ يُصَلُّوْنَ عَلَى النَّبِيِّ کہ ان مثالوں میں یہ تینوں لفظ الگ الگ معنی میں استعمال

ہوئے ہیں کبھی علاوہ مادہ کے مشترک صیغہ بھی ہوتا ہے۔ مثلاً صیغہ امر کو فرضیت اور
اور صرف اباحت دونوں موقعوں پر استعمال ہوتا ہے مثلاً فَلْيَطَّوَّفُوا بِالْبَيْتِ
الْعَتِيقِ۔ وَإِذَا حَلَلْتُمْ فَاصْطَادُوا۔ کبھی مورد معلوم نہ ہونے کی وجہ سے کوئی
مضمون متعین نہیں ہو سکتا مثلاً وَإِذْ قَتَلْتُمْ نَفْسًا فَادَّارَأْتُمْ فِيهَا وَاللَّهُ
مُخْرِجٌ مَا كُنْتُمْ تَكْتُمُونَ فَقُلْنَا اضْرِبُوهُ بِبَعْضِهَا كَذَٰلِكَ يُحْيِي اللَّهُ الْمَوْتَىٰ
وَيُرِيكُمْ آيَاتِهِ۔ یا حدیث الماء من الماء اگر اس آیت و حدیث کا مورد معلوم نہ ہو
تو ایک چیستان ہے۔

کبھی کلام اجمال ہوتا ہے اور تعین مراد کے لئے تفصیل کی ضرورت ہوتی ہے مثلاً
إِنَّ الَّذِينَ آمَنُوا وَالَّذِينَ هَادُوا وَالنَّصَارَىٰ۔ الیٰ
وَلَا هُمْ يَحْزَنُونَ۔ کہ محض اجمالی بیان ہے (اس کی تفصیل
آگے آتی ہے) کبھی کلام واحد سے متعدد مضامین پیدا ہوتے ہیں کیونکہ جس طرح
لغات مفردہ بوجہ اشتراک کے متعدد معانی رکھتے ہیں اسی طرح کلام بوجہ اختلاف
تدبر و مراد کے متعدد و مختلف معانی کا حامل ہوتا ہے۔

کبھی ایسا ہوتا ہے کہ لغات و محاورات عربیہ کے مدلولات پر اعتبارات
شرعیہ زائد ہوتے ہیں اور معانی مراد کے لئے شرعی تصرف ہوا ہے مثلاً ایمان باللہ۔ صلوٰۃ۔
صوم۔ زکوٰۃ۔ نبوۃ۔ رسالت۔ ساعۃ۔ یوم آخر۔ نزول انزال
لغات و محاورات عرب ایسی جگہ شارع علیہ السلام کے اصلی مفہوم ظاہر اور متعین
کرنے کے لئے کافی نہیں۔ اس لئے لغات القرآن و الحدیث سلف نے جداگانہ
تصنیف فرمایا ہے جو لغات العربیہ کے ساتھ نادر و ہے۔

ان وجوہ متذکرہ الصدر کی بنا پر تفسیر القرآن و شرح الحدیث میں (سیما باب العقائد) جب کہ مختلف فرقے اپنی اپنی رائی الگ گاتے ہوں۔ صحیح مفہوم کا تعین کرنے کی غرض سے اصل اصول یہی ہے کہ حسب ارشاد "ما انا علیہ واصحابی" ہم اسی تفسیر کو اختیار کریں جو صحابہ اور منتخب تابعین رض سے بہ طریق توارث ہمیں پہنچی ہے۔

اس تفسیر متوارثہ کی ایک صورت تو تفسیر القرآن بالقرآن ہے اور اسی لئے یہ اصول مسلم ہوا ہے کہ "کتاب اللہ یفسر بعضہ بعضاً" (کہ ایک آیت کتاب اللہ کی دوسری آیت کی تفسیر کرتی ہے) اور دوسری صورت "تفسیر القرآن بالحدیث المرفوع" ہے (قرآن کی تفسیر رسول صلعم کی حدیث سے ہوتی ہے) اور ایک صورت جب کہ یہ دونوں صورتیں نہ ہوں، یہ ہے کہ صحابہ اور تابعین نے جو معنی سمجھے اور بیان کئے ان کو اختیار کیا جائے۔ اس متوارث اسلامی تعلیم کے دو باب ہیں۔ باب اعمال و احکام و باب عقائد۔ باب اعمال باب واسع ہے اور اس میں اجتہاد کا بھی دخل ہے اس لئے قرون ممدوحہ کے باہمی عمل میں اختلاف بھی مروی ہے۔ مثلاً تفسیر اِذَا قُرِئَ الْقُرْآنُ فَاسْتَمِعُوْا لَهٗ وَاَنْصِتُوْا وتفسیر ثلثۃ قروء وغیرہ۔ لیکن واضح رہے کہ اس گنجائش کے باوجود اختلاف کا دائرہ محدود ہے اور اگر ان بزرگان سلف کے مختلف اعمال کے علاوہ کوئی نیا عمل (بہ خلاف توارث) اختیار کیا جائے تو اسے بھی جمہور سلف کے خلاف سمجھا جائے گا اور وہ ہے

وَيَتَّبِعْ غَيْرَ سَبِيْلِ الْمُؤْمِنِيْنَ نُوَلِّهٖ مَا تَوَلّٰى الآیہ کا

باب سوم

(۵)

مابہ الامتیاز بین اہل السنۃ وبین سائر الفرق الحادثۃ والفرق فی تفسیرہما

اہل سنت وجملہ فرق حادثہ کا تمسک قرآن وحدیث سے ہے۔ ہر دو فریق کا امتیاز مسائل اعمال واحکام کے اختلاف پر مبنی نہیں ہے بلکہ اختلاف عقائد پر مبنی ہے۔ باب عقائد میں ناسخ ومنسوخ نہیں ہے۔ اخبار غیب پر ایمان لانا ہے اس لئے اس باب میں اجتہاد ورائے کو دخل نہیں ہے۔

کتاب اللہ عز وجل وحدیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم محض الفاظ کا نام نہیں ہے بلکہ لفظ بالمعنی المراد سے عبارت ہے۔ (جیسا کہ پہلے بیان ہوا) اسلام کے عقائد ضروریہ کا مدار ثبوت قطعیت پر ہے کیونکہ بغیر ایسے قطعی ثبوت کے اسلام اور کفر میں کوئی حدِ فاصل قائم نہیں کی جا سکتی۔ پھر جس طرح آیات قرآن اور احادیث صحیح (متواتر) کے الفاظ توارث کے ذریعے قطعی الثبوت ہیں۔ اگر اسی طرح اُن کے معنی قطعی الثبوت نہ ہوں تو اسلام اور کفر کے درمیان فرق کرنے والی کوئی چیز باقی نہ رہنے گی اور نہ صرف الفاظ کی بنا پر کوئی قطعی حکم لگایا جا سکتا ہے۔ مثال کے طور پر یہ آیت اِنَّكَ لَا تُسْمِعُ الْمَوْتٰى

عدم سماع موتی پر قطعاً دال نہیں مانی گئی۔ وقولہ سبحانہ اِذَا قُرِئَ الْقُرْاٰنُ فَاسْتَمِعُوْا لَہٗ وَاَنْصِتُوْا عدم قراۃ فاتحہ خلف الامام پر قطعاً دال نہیں۔ وقولہ تعالیٰ ثَلٰثَةَ قُرُوْءٍ معنی طہر پر قطعاً دال نہیں۔ اخبار احاد غیر مشہورہ سے عقائد ضروریہ ثابت نہیں ہوتے جس سے تفریق بین الاسلام والکفر کی جائے۔ عقائد اسلام بلکہ احکام اسلام کا ثبوت بھی کسی ایک آیت یا ایک حدیث کے مفہوم ومدلول پہ موقوف نہیں ہے بلکہ متعدد آیات ومجامیع احادیث سے حاصل ہوتا ہے اس بنا پر ائمہ اہل سنت والجماعت نے باب عقائد میں تفسیر جملہ آیات وشرح جملہ احادیث کے لئے طریق استنباط واجتہاد سے قطع نظر کر کے صرف سلف صحابہ وتابعین کے معنی پر مدار رکھا ہے جو متوارث ہیں اور بعد ثبوت توارث کی تفسیر کے لئے یا شرح حدیث کے لئے حدیث مرفوع کا پایا جانا شرط نہیں ہے کیونکہ پہلے دور کی تعلیم وتبلیغ میں سند کا التزام نہ تھا اس لئے اہل سنت اگر کسی آیت یا کسی حدیث کے ظاہری مفہوم ومدلول کو عقائد متوارثہ کے خلاف مانتے ہیں تو اصول توارث کی بناء پر اس کی تفسیر کرتے ہیں۔ جس کی تفصیل آگے آتی ہے۔ بخلاف باقی فرق حادثہ معتزلہ وغیرہ کے کہ انہوں نے عقائد اسلام کو فلسفہ کی خراط پر مخروط کیا ہے۔

پھر جس آیت کی ظاہری مفہوم ومدلول کو ان من گھڑت عقائد کے موافق سمجھا اس سے استدلال کیا۔ اور باقی آیات واحادیث کو جو اس بارے میں آئی ہیں اور فرقہ سنت کے متوارث طریق کو ثابت کرتی ہیں، ان کی تاویل کر دی۔ اس لئے یہ فرقے تفسیر القرآن وشرح احادیث میں مفاہیم صحابہ وتابعین وما توارث عن السلف کی اتباع لازم نہیں جانتے ہیں

مصداق ہوگا کیونکہ مومنین کا فرد کامل سلف ہے بمثال کے طور پر امام کے پیچھے سورہ فاتحہ پڑھنے میں جو اختلاف مروی ہے اسے لیجئے کہ اس کی ایک صورت تو یہ ہے کہ سورۂ فاتحہ خلف امام پڑھی جائے اور ایک یہ ہے کہ نہ پڑھی جائے۔ لیکن اب اگر کوئی شخص "لاصلوٰۃ الا بطهور" کو دلیل میں پیش کر کے "لا صلوٰۃ الا بفاتحۃ الکتاب" کے یہ معنی قرار دے کہ وضو کی طرح سورۂ فاتحہ کو بھی نماز سے پہلے ہی پڑھ لینا چاہیئے تو یہ معنی جمہور سلف کے خلاف ہوں گے اور لامحالہ غیر سبیل المومنین پر محمول کئے جائیں گے۔ اسی طرح مثلاً الرِّجَالُ قَوَّامُونَ عَلَى النِّسَاءِ باب احکام میں سے دفعیہ لفظ وسیع اور اس میں اختلاف کی بھی گنجائش پائی گئی ہے۔ لیکن اگر عورتوں کو بحکم نص صحیح "ناقصات العقل" کے مجبور رکھکر کہا جائے کہ لفظ قوامون کی بنا پر ان کے اموال میں مردوں کا تصرف کرنا جائز ہے، تو یہ اجتہاد توارث کے خلاف اور غیر سبیل المومنین ہے علیٰ ہذا قوامون کے استدلال سے بغیر استرضائے ثیبہ اس کا نکاح کر دینا ناجائز ہوگا۔ کیونکہ توارث نے قوامون کی حد کو اس قدر وسیع نہیں رکھا ہے اگرچہ ان کے نکاح میں مرد کی ولایت تسلیم کی گئی ہے اور اگر کوئی مسئلہ سلف سے متوارث اور اختلاف سے خالی ہے (جیسا کہ عقائد اور ضروریات دین کے سب مسائل ہیں اور بعض اعمال کے بھی ہیں) تو اس صورت میں سلف صالحین کا متفقہ مسلک قطعی طور پر قرآن کی صحیح تفسیر اور حدیث کی مستند شرح مانا جائے گا۔ اور اس توارث کے خلاف بعد کے لوگوں کے جملہ مفاہیم اور لغات عرب اور محاورات ادب کی بنا پر ظاہری معنی غیر معتبر ہوں گے۔ اور کسی آیت یا خاص حدیث کے ظاہری مفہوم و

بدلول سے استدلال کرنا بخلاف متوارث سلف ومفاہیم قرون ممدوحہ کے غیر سبیل المومنین میں داخل ہوگا جیسا کہ نئے فرقے نکالنے والے کیا کرتے ہیں۔ جبکہ کلام عرب میں لغات عربیہ بکثرت مختلف الاستعمال ہیں۔ اور عربی کلام سے مختلف اور متضاد معانی نکل سکتے ہیں اور سابق بیان سے ثابت ہوا ہے کہ نظم القرآن والفاظ الحدیث جس طرح محض توقیفی ہیں بتوقیف سلف بتوارث ہم کو معلوم ہوئے اسی طرح معانی قرآن وحدیث ثابتہ بتوارث توقیفی ہیں (سیما باب العقائد) بتوقیف سلف بطریق توارث ہم تک پہنچے ہیں۔ اگر اس توقیفی معانی کو اساس تفسیر وشرح حدیث نہ بنایا جائے تو کثرت استعمالات ومحاورات عربیہ سے اسلام کی بنیاد منہدم ہوجائے اور ہمارے محکم قانون کا استحکام قائم نہ رہے

اہل سنت نے ایمان واخبار واحکام کے ابواب میں امام شریعت ما توارث عن السلف الممدوحین کو قرار دیا ہے۔ تفسیر القرآن و شرح الاحادیث میں توارث کو پیش نظر رکھتے ہیں اور توارث کے مطابق تفسیر کرتے ہیں۔ توارث میں اختلاف کی صورت میں بھی الفاظ کے ظاہری مفہوم کا اعتبار نہیں کرتے ہیں چنانچہ مختلف عنوانوں کے تحت میں اس کی بعض مثالیں یہاں پیش کی جاتی ہیں۔

ایمانیات

۱۰

(۴)

قال سبحانہ - اَقِیْمُوا الصَّلٰوۃَ وَاٰتُوا الزَّکٰوۃَ - وعلی ذٰلک من الاحکام

اب جو فرقہ ادیان کے منسوخ ہونے کا قائل نہیں ہے، وہ صلوٰۃ و زکوٰۃ کی تفسیر میں عمومیت جائز رکھتا ہے یعنے باعتبار لغت جملہ شریعتوں کی بدنی اور مالی عبادت پر صلوٰۃ و زکوٰۃ کا لفظ صادق آتا ہے کیونکہ کتاب اللہ میں ان الفاظ کے ساتھ "المشروعۃ فی الشریعۃ المحمدیہ" (وہ عبادت جو شریعت محمدیہ میں تعلیم کی گئی ہے) وارد نہیں ہے بلکہ کتاب اللہ میں کل قد علم صلاتہ و تسبیحہ (سورۂ نور - رکوع ۵) وارد ہے ترجمہ - ہر ایک کو اپنی اپنی نماز اور طریقہ تسبیح معلوم ہے -

عدم نسخ ادیان سابقہ پر اس فرقہ کا استدلال ہے کہ اسلام کے دو معنے ہیں ایک ملتہ توحید - اس معنی کی رو سے جملہ شریعتیں اسلام میں شامل ہیں - قال سبحانہ اِنَّ الدِّیْنَ عِنْدَ اللّٰہِ الْاِسْلَامُ وَمَا اخْتَلَفَ الَّذِیْنَ اُوْتُوا الْکِتٰبَ اِلَّا مِنْۢ بَعْدِ مَا جَآءَھُمُ الْعِلْمُ یہاں دین توحید مراد ہے - اور انبیائے سابقین اور ان کی امت پر اسی معنے سے اطلاق اسلام کا ہوا ہے - وَمِنْ ذُرِّیَّتِنَآ اُمَّۃً مُّسْلِمَۃً لَّکَ - یٰبَنِیَّ اِنَّ اللّٰہَ اصْطَفٰی لَکُمُ الدِّیْنَ فَلَا تَمُوْتُنَّ اِلَّا وَاَنْتُمْ مُّسْلِمُوْنَ اسلام کے دوسرے معنے اصطلاحی خاص ملتہ محمدیہ ہیں کہ بمقابلہ یہود و نصاریٰ وغیرہ کے اسی اہل اسلام کو مسلم کہا جاتا ہے - لیکن دین توحید جس کی شارع اسلام صلعم نے تعلیم دی وہ شریعت محمدی سے مخصوص نہیں ہے - ذات و صفات الٰہی - نبوۃ - رسالت - قیامت

تعبد اخبار غیب کے عقائد ہیں اور کسی دین کے عقائد منسوخ نہیں ہوئے یا احکام ہیں اور طریق عبادت کی تعلیم ہمیشہ سے ہر قوم ہر ملت ہر ملک میں جدا جدا ہوتی ہے۔ کوئی دین الٰہی کسی دین کا ناسخ نہیں ہوا۔ ہر ایک دیندار اپنی شریعت کا پابند رہا ہے۔ قرآن کریم سے کسی دین کے طریق عبادت کا نسخ ثابت نہیں ہے حدیث صحیح میں ہے من قال لا الٰہ الا اللہ دخل الجنۃ قرآن پاک نے مشرکین پر عتاب فرمایا ہے اور اہل کتاب پر جنہوں نے عزیر بن اللہ و مسیح بن اللہ و تثلیث کے عقائد سے اپنے حق دین کو دین شرک بنا لیا تھا۔ اسی طرح ایمان کے معنے باستعمال عرب "باور کرنا" ہیں پس ایمان باللہ ہر موحد کی معرفت پر صادق ہے ہر شریعت میں جملہ انبیاء پر ایمان اور ان کی شریعت کی تصدیق فرض رہی ہے لیکن تمام ادیان سابقہ کے احکام کا پابند ہونا فرض نہیں ہوا بلکہ صرف ایک شریعت کی پابندی کافی رہی عیسیٰ بدین خود موسیٰ بدین خود و امت محمدیہ پر بھی جملہ انبیائے سابقین اور ان کے شرائع پر ایمان لانا فرض ہے۔ مگر ان سب کے شرعی احکام پر چلنا فرض نہیں ہے لَا نُفَرِّقُ بَيْنَ اَحَدٍ مِّنْ رُّسُلِهٖ ۔ اٰمَنَّا بِمَا اُنْزِلَ اِلَيْنَا وَمَا اُنْزِلَ مِنْ قَبْلِنَا ۔ اسی طرح دوسری امتوں پر جو توحید کی قائل ہیں محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کو ماننا اور قرآن کی تصدیق کرنا فرض ہے لیکن شریعت محمدی کی پابندی لازم نہیں۔ اس فرقہ نے ان احادیث میں جن سے اہل السنۃ کے نزدیک پہلی شریعتوں کا منسوخ ہونا بتواتر ثابت ہے تاویلات کی ہیں اور نسخ تسلیم نہیں کیا چنانچہ اس فرقہ کے ایمانیات و اصول عقائد میں یہ بات داخل ہے کہ امر اللہ کا منسوخ ہونا باب اعمال و احکام میں بھی ناممکن ہے گو وہ ایک ہی شریعت میں ہو کیونکہ جو احکام خدائے تعالیٰ نے نافذ فرمائے وہ منسوخ نہیں ہو سکتے۔

اماّ اهل السنۃ والجماعۃ۔ تو وہ مقلد توارث کے ہیں۔ لغۃ عرب اِن کے مسلمات کی رو سے تفسیر کے لئے ناکافی ہے۔ پس ہر شخص جو توحید کا قائل ہو وہ اگرچہ لغت کی رو سے "مومن" ہو لیکن ملۃ محمدیہ میں مومن و مسلم کا مصداق صرف اس وقت ہو سکتا ہے جبکہ خاتم النبیین کی نبوت اور آپ کی ساری تعلیمات کی تصدیق کرے اور اشہد ان لا الٰہ الا اللہ و اشہد ان محمدا عبدہٗ و رسولہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کا قائل ہو۔ پھر ملۃ محمدیہ میں اس کی تصدیق کی شرط یہ ہے کہ اسی شریعت کی پابندی کو تسلیم کرے۔ اگرچہ یہ تفصیل قرآن کریم میں نہیں ہے لیکن توارث اور تعامل سلف ممدوح سے ثابت ہے کہ ایمان و اسلام کسی کا قبول نہ ہوا جبتک اس نے شریعت محمدی کے احکام کو تسلیم نہیں کیا۔ یہ احکام مسئلہ نسخ کی ایک شاخ ہیں اور نسخ اوامر و نواہی الٰہیہ کا در باب احکام و اعمال ایک ہی شریعت میں یا ایک شریعت کی اوامر و نواہی کا منسوخ ہونا دوسری شریعت کے اوامر و نواہی سے ثابت ہے۔

مَا نَنْسَخْ مِنْ اٰیَۃٍ اَوْ نُنْسِہَا الآیہ۔	جب منسوخ کرتے ہیں ہم کسی آیت کو یا بھلا دیتے ہیں ہم اس کو تو لاتے ہیں ہم اس سے بہتر۔
وَلِاُحِلَّ لَکُمْ بَعْضَ الَّذِیْ حُرِّمَ عَلَیْکُمْ۔	اور تاکہ حلال کردوں تمہارے واسطے بعض حرام چیزوں کو۔

اسی جواز کی بنا پر ہماری ملت میں نسخ ثابت ہے۔ آیۃ فرضیہ وصیت جو ابتدائے شریعت میں تھی۔

کُتِبَ عَلَیْکُمْ اِذَا حَضَرَ	فرض کی گئی ہے تم پر وصیت جبکہ تم میں سے

اَحَدَكُمُ الْمَوْتُ اِنْ تَرَكَ خَيْرًا اَلْوَصِيَّةُ	کسی پر موت کا وقت آئے اور مال متروک چھوڑے (کہ ماں باپ اور رشتہ داروں کو کچھ دلوایا جائے)

آیت میراث۔

يُوْصِيْكُمُ اللّٰهُ فِيْٓ اَوْلَادِكُمْ لِلذَّكَرِ مِثْلُ حَظِّ الْاُنْثَيَيْنِ الآیہ	وصیت کرتا ہے اللہ تعالیٰ تمہاری اولاد کے حق میں کہ مرد کے لئے دو عورتوں کے حصے کے برابر ہے۔

سے منسوخ ہے۔ اب وصیت فرض نہیں رہی۔ اس نسخ کی تفسیر میں حدیث صحیح بھی وارد ہے۔ لا وصية لوارث (وارث کے واسطے وصیت نہیں) وغير ذلك من المنسوخات۔ بربنائے اس مسئلہ تواترنے کے بتوارث ثابت ہے ملۃ محمدیہ جملہ ادیان سماویہ سابقہ کی ناسخ ہے۔ اگرچہ آیت مَا نَنْسَخْ مِنْ اٰيَةٍ سے منسوخیت جملہ ادیان ثابت نہیں ہے کیونکہ ماننسخ من دین او ادیان نہیں ہے بعض احکام کے نسخ سے محض امکان واحتمال نسخ ادیان کلہا ثابت ہے لیکن توارث نے نسخ ادیان سابقہ ثابت کیا ہے۔ ان امور متوارثہ کی بنا پر اہل السنۃ کے نزدیک آیات قرآنیہ۔ امنوا باللہ امنوا بالرسول میں مذکورہ بالا شرطیں مقدر و مفروض ہیں اسی طرح آیات۔ اَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتُوا الزَّكٰوةَ وغیرہ میں شریعت محمدی کے مطابق صلوٰۃ و زکوٰۃ مراد ہے۔ اگرچہ شارع سے بالخصوص ان آیات کی تفسیر میں یہ مقدر معنی وارد نہیں۔

مثال (۳)

قال اللہ سبحانہ اِنَّ الَّذِيْنَ	جو لوگ کہ مسلمان ہوئے اور جو لوگ

هَادُوْا وَالنَّصَارٰى وَالصَّابِئِیْنَ مَنْ اٰمَنَ بِاللّٰہِ وَالْیَوْمِ الْاٰخِرِ وَعَمِلَ صَالِحًا فَلَھُمْ اَجْرُھُمْ عِنْدَ رَبِّھِمْ وَلَا خَوْفٌ عَلَیْھِمْ وَلَا ھُمْ یَحْزَنُوْنَ (سورۂ بقر رکوع ۸)	کہ یہودی ہوئے اور عیسائی اور صابیہ فرقے کے لوگ (یعنے) جو ایمان لایا اللہ پر روز قیامت پر اور اعمال صالحہ کے ان کے واسطے ثواب ہے ان کے پروردگار کے پاس اور ان کو کچھ خوف نہیں اور نہ وہ غمگین ہونگے۔

وَقَالَ سُبْحَانَہٗ شَرَعَ لَکُمْ مِّنَ الدِّیْنِ مَا وَصّٰی بِہٖ نُوْحًا وَّالَّذِیْ اَوْحَیْنَا اِلَیْکَ وَمَا وَصَّیْنَا بِہٖ اِبْرَاھِیْمَ وَمُوْسٰی وَعِیْسٰی الآیہ (پوری آیت مع ترجمہ صفحہ میں لکھی گئی)

وَلْیَحْکُمْ اَھْلُ الْاِنْجِیْلِ بِمَا اَنْزَلَ اللّٰہُ فِیْہِ وَمَنْ لَّمْ یَحْکُمْ بِمَا اَنْزَلَ اللّٰہُ فَاُولٰٓئِکَ ھُمُ الْفٰسِقُوْنَ وَاَنْزَلْنَا اِلَیْکَ الْکِتٰبَ بِالْحَقِّ مُصَدِّقًا لِّمَا بَیْنَ یَدَیْہِ مِنَ الْکِتٰبِ وَمُھَیْمِنًا عَلَیْہِ فَاحْکُمْ بَیْنَھُمْ بِمَا اَنْزَلَ اللّٰہُ وَلَا تَتَّبِعْ اَھْوَآءَھُمْ عَمَّا جَآءَکَ مِنَ الْحَقِّ لِکُلٍّ جَعَلْنَا مِنْکُمْ شِرْعَۃً وَّمِنْھَاجًا وَلَوْ شَآءَ اللّٰہُ لَجَعَلَکُمْ	انجیل والوں کو چاہئے کہ جو کچھ اللہ نے انجیل میں نازل فرمایا ہے اس کے ساتھ حکم کریں اور جو کوئی اس کے موافق حکم نہ دے وہ فاسقوں میں سے ہے اور اتاری ہم نے تیری طرف کتاب حق کے ساتھ (قرآن) تصدیق کرنیوالا ان کتابوں کی جو اس سے پہلے اتری اور اس پر نگہبان پس تو حکم کر انمیں اس چیز کیساتھ کہ جو اتارا اللہ نے اور انکی خواہشوں کی پیروی کر مت اس چیز سے کہ تیرے پاس حق آیا ہر ایک کے واسطے تم میں سے ایک ایک شریعت اور رستہ کردیا ہے اور اگر چاہتا اللہ تم کو ایک امت کر دیتا

أُمَّةً وَّاحِدَةً وَّلٰكِنْ لِّيَبْلُوَكُمْ فِيْ مَا
آتٰكُمْ فَاسْتَبِقُوا الْخَيْرَاتِ اِلَى اللهِ
مَرْجِعُكُمْ جَمِيْعًا فَيُنَبِّئُكُمْ بِمَا كُنْتُمْ
فِيْهِ تَخْتَلِفُوْنَ ۔

عن معاذ رضی اللہ عنہ (فی حدیثہ) قال یا معاذ هل تدری ما حق الله علی العباد وما حق العباد علی الله قلت الله ورسوله اعلم قال فان حق الله علی العباد ان یعبدوه ولا یشرکوا به شیئا وحق العباد علی الله ان لا یعذب من لا یشرک به شیئا۔ فقلت یا رسول الله افلا ابشر به الناس قال لا تبشرهم فیتکلوا۔

(رواه البخاری)

عن عثمان رضی الله عنه مرفوعا من مات وهو

لیکن تاکہ آزمائے اس چیز میں کہ جو تم کو دیا گیا پس دوڑو بھلائیوں کی طرف ۔ اللہ ہی کی طرف تمہارا لوٹنا ہے سب کا پھر خبر دیگا تم کو اس چیز کے ساتھ جس میں تم اختلاف کرتے ہو۔

حضرت معاذ سے روایت ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ اے معاذ کیا تو جانتا ہے اللہ کا حق بندوں پر کیا ہے اور بندوں کا حق اللہ پر کیا ہے۔ میں نے عرض کیا کہ اللہ اور اس کا رسول خوب جانتا ہے فرمایا آپ نے کہ اللہ کا حق بندوں پر یہ ہے کہ صرف اسی کی عبادت کریں اور کسی چیز کو اس کے ساتھ شریک نہ کریں اور بندوں کا حق اللہ پر یہ ہے کہ عذاب نہ دے اس شخص کو جس نے اس کا کسی چیز کو شریک نہ کیا میں نے عرض کیا کیا میں لوگوں کو خوشخبری سنا دوں فرمایا کہ نہیں پھر اسی پر بھروسہ کر لینگے

(یہ حدیث بخاری میں ہے۔)

روایت حضرت عثمانؓ سے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جس شخص کی موت اس

یعلم انہ لا الہ الا اللہ دخل الجنۃ۔ (رواہ المسلم)

اعتقاد پر ہو کہ سوائے اللہ تعالیٰ کوئی معبود نہیں وہ جنت میں داخل ہوگا اس حدیث کو مسلم نے روایت کیا۔

بعض موحدین ملاحدہ نے ان ہدایات واحادیث سے یہ سمجھا ہے کہ جملہ ملل توحید سماویہ کو دین اسلام کہہ سکتے ہیں اِنَّ الدِّیْنَ عِنْدَ اللّٰہِ الْاِسْلَامُ یہی دین توحید نوح علیہ السلام سے انبیائے سابقین ابراہیم موسیٰ عیسیٰ وغیرہم علیہم السلام سے حضرت خاتم المرسلین صلعم تک مشروع رہا اور آیۃ "اِنَّ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَالَّذِیْنَ ھَادُوْا" بعد بعثت محمدیہ نازل ہوئی جس سے جملہ ادیان سابقہ ولاحقہ مقبول ٹھہرے اور سبب نجات ایمان باللہ والیوم الاخر اور اعمال صالحہ کو قرار دیا گیا سبب ہلاکت اور موجب عذاب شرک باللہ ہے مشرکین ہی سے مناظرہ رہا ورنہ اہل کتاب کو بھی دین توحید ہی کی جانب دعوت دی گئی تھی۔

قُلْ یٰۤاَھْلَ الْکِتٰبِ تَعَالَوْا اِلٰی کَلِمَۃٍ سَوَآءٍۭ بَیْنَنَا وَبَیْنَکُمْ اَلَّا نَعْبُدَ اِلَّا اللّٰہَ وَلَا نُشْرِکَ بِہٖ شَیْئًا وَّلَا یَتَّخِذَ بَعْضُنَا بَعْضًا اَرْبَابًا مِّنْ دُوْنِ اللّٰہِ الآیۃ۔

اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کہہ دے کہ اے اہل کتاب آؤ تم ایک کلمہ کی طرف جو برابر ہمارے تمہارے درمیان ہے کہ عبادت نہ کریں ہم مگر اللہ کی اور نہ شریک کریں ہم اس کا کسی چیز کو اور آپس میں کسی بندے کو سوائے خدا کے پروردگار نہ بنائیں۔

عزیر بن اللہ وعیسیٰ بن اللہ کے عقیدے سے باز رہیں۔ نبوۃ محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور قرآن کو سچا ماننے کی صورت میں بھی شریعت محمدی کی پابندی لازم نہیں آتی۔

اور احادیث میں جو درباب اہل کتاب وارد ہوا ہے

فان ھم اطاعوا بذالک فاعلمھم ان اللہ افترض علیھم خمس صلوات الحدیث۔ (اگر وہ تیری پیروی کریں تو ان کو تعلیم کرو کہ اللہ تعالیٰ نے انپر پانچ وقت کی نماز فرض کی (آخری حدیث تک)

یہ احادیث محمول ہیں اس پر کہ شریعت المجید یہ منظور کریں تو ان کو احکام اس شریعت کے تعلیم کرو۔ کیونکہ آیات و احادیث مذکورہ میں باعث نجات ایمان باللہ والیوم الآخر و اعمال صالحہ اور شرک سے بچنا قرار دیا ہے کسی شریعت کے ذریعے ہو۔ خواہ شریعت محمدیہ یا ملیہ یہودیہ یا نصرانیہ یا صابیہ یا ان کے سوا کوئی دوسری ملت توحید کے اختیار کرتے سے ہو۔ غرض ملل سابقہ منسوخ نہیں جیسا کہ آیت مذکورہ سے ظاہر ہوتا ہے اور اس آیت کی کوئی آیت دوسری کتاب اللہ میں ناسخ نہیں ہے جس نے اس آیت کا حکم منسوخ قرار دیا جائے

یہ فرقہ بھی فرقہ اولی کا ہمزلف ہے۔ مسئلہ نسخ ادیان و احکام میں اول فرقہ کے ہم قدم ہے اس قدر فرق ہے کہ ملت ابراہیمیہ میں نسخ بعض احکام کے منسوخ ہونے کا قائل ہے اور بس اور کہتا ہے کہ باقی انبیا جن کے حق میں وارد ہے۔ وَمِنْهُم مَّن لَّمْ نَقْصُصْ عَلَيْكَ ان کی شرائع میں نسخ ثابت نہیں۔ البتہ وَلِأُحِلَّ لَكُم بَعْضَ الَّذِي حُرِّمَ عَلَيْكُمْ سے بعض احکام کا نسخ ثابت ہوتا ہے۔ پس ملت ابراہیمیہ میں نسخ ہوا۔ ملت محمدیہ سے تکمیل ملت ابراہیمیہ ہوئی ہے پس ملت ابراہیمیہ میں کوئی ناسخ رسول نہیں آئیگا۔ یہ معنی خاتم النبین کے ہیں لیکن اس ختم نبوۃ سے باقی انبیائے غیر مذکورین کے سلسلہ کا ختم لازم نہیں آتا ہے

یہ عقیدہ اس فرقہ کا ہے کہ بعض احکام کا نسخ تسلیم کرتا ہے اور کسی شریعۃ کا کلی نسخ اس کو تسلیم نہیں خاص کر دین نصرانیہ کا جس کا قیامت تک جاری رہنا قرآن کریم سے تصریحا ظاہر ہوتا ہے

اذ قال اللہ یعیسیٰ انی متوفیک و رافعک الیّ و مطہرک من الذین کفروا و جاعل الذین اتبعوک فوق الذین کفروا الی یوم القیامۃ الآیہ	جب کہا اللہ تعالیٰ نے کہ اے عیسیٰ میں تجھکو لے لینے والا ہوں اور تجھکو اٹھانے والا ہوں اپنی طرف اور پاک کرنے والا ہوں تجھ کو کافروں سے اور کرنے والا ہوں ان لوگوں کو جو تیری پیروی کریں گے غالب ان لوگوں پر جو کافر ہیں دن قیامت تک۔

اس میں شریعت عیسویہ پر چلنے والوں کو الی یوم القیمۃ ناجی فرمایا ہے۔ یہ آیت آل عمران میں ہے دوسری آیت۔

لایحب اللہ میں ہے۔ ولیحکم اھل الانجیل بما انزل اللہ الی قولہ وانزلنا الیک الکتاب مصدقا لما بین یدیہ فاحکم بما انزل اللہ لکل جعلنا منکم شرعۃ ومنھاجا (یہ آیت مع ترجمہ صفحہ ۶۲ میں لکھی گئی ہے)

یہ آیت صریح دلیل ہے اس امر پر کہ عیسویت و محمدیت علٰحدہ علٰحدہ مشروع من اللہ ہیں۔ نہ یہ کہ عیسیٰ بدیں خود موسیٰ بدین خود پس نسخ عیسویت کیا۔ یہ فرقہ حدیث لوکان موسیٰ حیا لما وسعہ الا اتباعی کی شرح یہ بیان کرتا ہے کہ اگر موسیٰ زندہ ہوتے وہ بھی میری اتباع کرتے اور تثلیت اور عزیر بن اللہ کے عقیدہ سے روکتے۔ اور اس فرقہ کا یہ بھی زعم ہے کہ اخبار احاد سے نسخ ادیان کے باب میں اگر کوئی خبر مروی ہے تو تفریق مبین الایمان والکفر کے لئے مقبول نہیں۔ اس باب میں قطعی ثبوت ضروری ہے۔ خصوصا اس صورت میں جبکہ کتاب اللہ اور احادیث مشہورہ سے یہ مفہوم نکلتا ہے کہ جملہ ادیان سماویہ سابقہ موجب نجات ہیں۔

اما اھل السنۃ تو ان کی تفسیر کا مدار مسلمات متواترہ پر ہے اس لئے ظاہری مدلول و مفہوم آیت مذکورہ پر انحصار نہیں کرتے ہیں۔ اور آیۃ اِنَّ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَالَّذِیْنَ ھَادُوا الآیہ میں قبل بعثت رسول کریم صلعم مقدر مانتے ہیں کیونکہ جملہ ادیان سابقہ کا منسوخ ہونا متواراتہ ثابت ہے۔ اسی طرح احادیث مذکورہ حضرت معاذ وغیرہ میں بعثت محمدی کی شرط کو لازم جانتے ہیں نسخ الادیان کی بنا پر۔ اور معنے خاتم النبیین میں تواترث کی روسے جملہ انبیائے مخصوصہ و غیر مخصوصہ کا ختم ہو جانا داخل مانتے ہیں۔ اور شرح حدیث لا وسعہ الا اتباعی کا مطلب یہی سمجھتے ہیں کہ موسیٰ علیہ السلام اس لئے پیروی کرتے کہ ان کی شریعت یہودیہ میری بعثت سے منسوخ ہے۔ اگرچہ ان آیات واحادیث کی شارع علیہ السلام نے الفاظ میں تصریح نہیں کی لیکن یہ مفاہیم صحابہ و تابعین سے ثابت ہے۔

اسی طرح یہ آیت " اَلَّذِیْنَ یُؤْمِنُوْنَ بِالْغَیْبِ الآیۃ

بعض فرقے نے اس آیت کی تفسیر میں ایمان بالغیب کو حالت غیبت پر محمول کیا ہے۔

قال الاصفہانی المعتزلی ان قولہ بالغیب معناہ یومنون باللہ حال الغیب کما یومنون حال الحضور لا کان لمنافقین الذین اذا لقوا امنوا و اذا خلوا کفروا۔ قال ولم یرد الایمان بالغائبۃ من الاشیاء

اصفہانی معتزلی نے کہا ہے یومنون بالغیب کی تفسیر میں معنے اس کے یہ ہیں کہ ایمان لاتے ہیں اللہ پر کہ جب مومنوں کی جماعت سے غائب ہوتے ہیں جس طرح حالت موجودگی میں نا مانند منافقین کے نہیں کہ جب مسلمانوں سے ملتے ہیں ایمان لاتے ہیں اور جب علیحدہ ہو جاتے ہیں کافر ہوتے ہیں پھر کہا کہ مراد ایمان بالغیب سے غائب چیزوں پر

قال والفظ الغیب لا یجوز اطلاقہ علی ذات اللہ تعالیٰ وصفاتہ انتہیٰ
ایمان لانا نہیں ہے اسلئے کہ لفظ غیب کا اطلاق اللہ تعالیٰ کی ذات وصفات پر نہیں ہو سکتا۔

چونکہ اعتزال کا تاروپود ذات باری تعالیٰ کے متعلق عقلی بحثوں سے بنا ہے۔ اس لئے غیب کی تفسیر بخلاف تفسیر متوارث کے حالت غیبیہ کے ساتھ کی ہے۔ یہ فرقہ عالم غیب اور عالم غیب کی اشیا کو تسلیم نہیں کرتا ہے اس لئے معنی غیب میں تاویل کرتا ہے۔

اما اہل السنۃ ان کی تفسیر کا اساس محکم **توارث** ہے اور سلف صالحین سے جو معنی اس آیت کے متوارث ہوئے ہیں الغیب یعنی ایمان بذات سبحانہ وصفاتہ وبیوم القیمۃ ہے خلق وحدوث ما سوی اللہ (عالم دنیا) ویوم آخر (قیامت) کا ثبوت دلائل عقلیہ سے نہیں ہوا ہے جس کی بنا محسوسات ومشاہدات پر ہے۔ بلکہ بذریعہ وحی انبیاء علیہ السلام کی زبان سے ہوا ہے اس لئے اہل السنۃ کے نزدیک ان اشیاء پر لفظ غیب کا اطلاق صحیح ہے کیونکہ محسوسات ومشاہدات سے یہ اشیاء باہر ہیں۔

وقد ثبت بالتوارث ایضاً انجاز الابتلاء شرعاً قال سبحانہ عز من قال وَهُوَ الَّذِي خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ فِيْ سِتَّةِ اَيَّامٍ وَّكَانَ عَرْشُهٗ عَلَى الْمَآءِ
اللہ تعالیٰ وہ ذات پاک ہے جس نے پیدا کیا آسمانوں کو اور زمین کو چھ دن میں اور تھا عرش اس کا پانی پر۔

بعض قوم نے آیت کی تفسیر اس حدیث سے کی ہے۔

عن عمران بن حصین رضی اللہ عنہ ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال کان اللہ ولم یکن شیئ غیرہ وکان عرشہ علی الماء وکتب فی الذکر
حضرت عمران رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تھا اللہ تعالیٰ اور نہ تھی اس کے سوا کوئی چیز اور تھا عرش اسکا پانی پر اور لوح محفوظ میں ہر چیز کو لکھ دیا

كل شئ وخلق السموات والارض رواه الامام احمد والبخاري وغيرهما۔	اور پیدا کیا آسمانوں اور زمین کو۔ اس حدیث کو امام احمد اور بخاری وغیرہ نے روایت کیا

صحابہ رضی اللہ عنہم نے سوال کیا تھا کہ بدء الخلق کی خبر دیجئے اس کے جواب میں آپ نے یہ ارشاد فرمایا ہے۔ اسی پر فرقہ مذکور نے آیۃ و حدیث مفسر سے سمجھا ہے کہ عرش و پانی کے سوا تمام اشیاء سے عالم مخلوق و حادث ہیں۔ عرش و پانی مخلوق و حادث نہیں بلکہ یہ دونوں قدیم ازلی ہیں اور پانی مادہ آفرینش ہے اس واسطے کہ کتاب اللہ میں اول آفرینش کا بیان خلق آسمان و زمین سے ہوا ہے۔ اور حدیث میں ابتدائے خلق اور آفرینش کے سوال کا یہ جواب دیا گیا ہے۔ لہذا قرآن و حدیث کا مفہوم واحد ہے۔ حضرات معتزلہ نے سرے سے وجود عرش کا ہی انکار کیا ہے کہ حرکات فلکیہ میں سیاروں کی ذات حرکات مشاہد ہیں۔ ریاضیات و ہیئت میں آٹھویں نویں حرکت ثابت نہیں اس لئے عرش کوئی چیز نہیں۔

اما عند اہل السنۃ بتواتر عرش کرسی کا وغیرہما یعنے ماسوی اللہ حادث و مخلوق ہونا ثابت ہے کوئی چیز سوائے ذات سبحانہ کے قدیم ازلی نہیں ہے اور عرش و کرسی کا وجود بھی بتواتر ثابت ہے اس واسطے تفاسیر اہل السنۃ میں اور شروح حدیث میں عرش کا وجود اور عرش و کرسی کا مخلوق ہونا ثابت ہے اگرچہ آیت و حدیث مذکور کی تفسیر میں بالخصوص شارح سے کوئی حدیث بصحت مروی نہیں ہے لیکن بفہم سلف متوارث ہے۔

مثال (۱۵)

قال سبحانہ ثم استوی علی العرش اصحاب اعتزال نے تفسیر عرش بالسطح والبنا کی ہے اس لئے کہ اعتزال بحتم عرش کا منکر ہے اور اس پر استدلال محاورۂ عربیہ و آیات القرآن سے کیا ہے۔

قال ابو مسلم المعتزلی انه لما
خلق السموات والارض سطحها
ورفع سمکها فان کل بناء فانه
یسمی عرشا واستشهد بقوله
تعالی ومما یعرشون ای یبنون
وبقوله تعالی فَهِیَ خَاوِیَةٌ عَلٰی
عُرُوْشِهَا ای بنائها۔ وفسر
قوله تعالی وَکَانَ عَرْشُهٗ
عَلَی الْمَاءِ۔ وفسر قوله تعالی
وَهُوَ رَبُّ الْعَرْشِ الْکَرِیْم
العرش ههنا السموت
بما فیها من العرش الذی
تطوف به الملائکة۔ ویجوز ان
یعنی به الملك العظیم۔

کہا ابو مسلم معتزلی نے کہ جب پیدا کیا آسمانوں
اور زمین کو پھیلا دیا اور بلند کیا ان کے
مٹاپے کو (یعنے آسمانوں کے دل کو)
اس لئے کہ ہر عمارت کو عربی میں عرش کہا
جاتا ہے اور استدلال کیا ہے۔
آیت ومما یعرشون سے یعنے بناتے
ہیں اور آیت فہی خاویۃ علی عروشہا
سے یعنے اس کی عمارتیں اور تفسیر کی ابو مسلم
نے وکان عرشہ علی الماء کی اور
رب العرش الکریم کی کہ مراد عرش سے
یہاں آسمان ہیں اور جو کچھ کہ اس کے
درمیان میں ہے۔ جن کا فرشتے طواف
کرتے رہتے ہیں مراد اس سے زبردست
ملک ہے۔

واما اهل السنة تو ارث سلف عرش مجسم کا وجود (علی التعارف) ثابت ہے
عقائد کے باب میں تفسیر القرآن وشرح الحدیث میں اساس سنت توارث
پر ہے۔ لغات عرب ومحاورات ادب ناکافی ہے اس لئے آیت ثُمَّ اسْتَوٰی
عَلَی الْعَرْشِ کی تفسیر عرش کے مسلمہ معانی سے کی گئی ہے کیونکہ صفات الٰہی عقائد
کے باب میں داخل ہیں۔

مثال (۹)

قال سبحانه اِن ذالك فی کتاب (سورہ حج رکوع)
الا فی کتاب من قبل ان نبراها
(سورہ حدید رکوع ۲)

البتہ یہ لوح محفوظ میں ہے۔
سب چیزیں لوح محفوظ میں پہلے اس سے
کہ پیدا کریں ہم۔

وغیر ذالك۔ ارباب اعتزال قضاوقدر کے منکر ہیں۔ اس واسطے جملہ آیات و احادیث قضاوقدر کی تفسیر لغات ومحاورات عرب سے کرتے ہیں۔

قال ابو مسلم قوله تعالیٰ فی کتاب
الله ای فیما اوجبه وحکم به
والکتاب هو الحکم والایجاب
لقوله تعالیٰ - کُتِبَ
عَلَیکُمُ الْقِتال - کتب علےٰ
نَفْسِهِ الرَّحْمَةَ - وقال قوله
تعالیٰ اِنَّ فِی خلق السموات
وَالْاَرْضِ من اصل الخلق فی کلام
العرب التقدیر قال تعالیٰ
وَخَلَقَ کُلَّ شَیْءٍ فَقَدَّرَهُ تَقْدِیراً
ویقول الناس فی کل امر محکم
هو معمول علی تقدیر

ابو مسلم نے کہا قوله تعالیٰ فی کتاب کہ مراد
اس سے وہ چیز ہے کہ جو کچھ اللہ تعالےٰ
نے فرض کیا ہے اور جس کا حکم دیا ہے
اور کتاب کا معنے حکم دینا اور واجب
کرنا ہے۔ جیسے فرمایا اللہ تعالیٰ نے
کتب علیکم القتال کتب علےٰ
نفسه الرحمة تفسیر خلق
السموات والارض کی یہ ہے کہ
خلق کے معنے لغت عرب میں اندازہ کرنے
کے ہیں کہا اللہ تعالیٰ نے خلق کل
شیء فقدرہ تقدیرا اور عرب کے محاورہ میں
کام محکم کی نسبت کہتے ہیں۔ هو معمول علی تقدیر

اما عند اهل السنة قضاوقدر متواترثابت ہے اس لئے عقائد السنة میں داخل ہے۔

قال سبحانہ لا تُدْرِکُہُ الاَبْصَارُ وَھُوَ یُدْرِکُ الاَبْصَارَ۔ ارباب اعتزال کا عقیدہ یہ ہے کہ جنت میں مومنوں کو رویتِ حق سبحانہ تعالیٰ نہ ہوگی کیونکہ یہ عقلاً ممکن نہیں اور ظاہری مفہوم آیت کا یہی ہے۔ اس باب میں جو احادیث وارد ہیں ان میں یہ فرقہ رویت کے معنی بصیرت لیتا ہے جو مشابہ ہے رویۂ خیال کا نئات تارہ کے یا خواب و مکاشفات کی رویت کے۔

واما اھل السنۃ انھوں نے احادیث کو حسب مفاہیم سلف ممدوح کے رویۂ بصر پر محمول ہے یہی عقیدہ اہل السنۃ ہے اس لیے تفسیر آیت میں فی الدنیا مقدر کیا ہے۔ اگرچہ شارع سے یہ تفسیر آیت کی مروی نہیں لیکن تو ارث کی بنا پر شارع صلعم کی مراد یہی مانی گئی ہے۔

(۲) قال سبحانہ اُولٰئِکَ الَّذِیْنَ یُبَدِّلُ اللّٰہُ سَیِّاٰتِھِمْ حسنات — کہ یہ وہ لوگ ہیں جن کی برائیوں کو اللہ تعالےٰ نیکیوں کے ساتھ بدل دیتا ہے۔

قال سبحانہ اِنَّ الحسنات یُذْھِبْنَ السَّیِّاٰت — نیکیاں کھو دیتی ہیں برائیوں کو۔

وغیرذالک من الآیات۔ نیز حدیث صحیح ہے۔ لَا یزنی الزانی حین یزنی وھو مومن۔ نہیں زنا کرتا زنا کرنیوالا حالت زنا کرنے میں اور وہ اس حالت میں مومن ہو ایک فرقہ کا عقیدہ ہے کہ ایمان حاصل ہونے کے بعد کوئی گناہ موجب عذاب آخرت نہیں ہے بلکہ مومن کے گناہوں کو اس کی نیکی مٹا دیتی ہے اور برائیاں نیکیوں سے بدلتے رہتی ہیں حصول ایمان سے پیشتر کی برائیاں ہوں یا ایمان لانے کے بعد کی۔ اس عقیدہ پر ان آیات سے استدلال کیا ہے جو اوپر نقل ہوئیں اور بظاہر آیات کا مفہوم یہی ہے۔ اسی طرح حدیث "لا یزنی" سے اس فرقہ نے سمجھا ہے کہ حالت ایمان میں زنا کے وقت بھی

مومن حقیقت میں زانی نہیں ہوتا کہ عذاب آخرت کا مستحق ہو بلکہ ایمان کسی گناہ سے ملوث نہیں ہوتا بلکہ گناہ کرتے وقت اپنے ظل حمایت میں لے لیتا ہے اور مثل سائبان کے ہو جاتا ہے۔ البتہ مومن پر دنیا میں حقوق العباد وغیرہ کے احکام نافذ ہوتے ہیں اور وہ شریعت میں مفصل وارد ہے لیکن آخرت میں ایمان کو کوئی ضرر نہیں پہنچتا۔ صحیحین میں ہے۔ حق العباد علی اللہ ان لا یعذب من لا یشرک بہ شیئاً (ملاحظہ ہو صفحہ ۶۳)

ایک حدیث سابق میں بیان ہو چکی ہے۔ دوسری روایت صحیحین میں ہے

ما من احد یشھد ان لا الٰہ الا اللہ وان محمداً رسول اللہ صدقاً من قلبہ الا حرمہ اللہ علی النار۔	جس نے گواہی دی اس بات کی کہ سوائے خدا تعالیٰ کے کوئی معبود نہیں اور محمد اللہ کے رسول ہیں اور یہ گواہی سچے دل سے ہو تو ضرور اللہ تعالیٰ اس پر دوزخ کو حرام فرما دیتا ہے۔

علاوہ ازیں اس فرقہ نے اپنے اس عقیدہ پر کہ مومن کے گناہ مبدل بحسنات ہوتے رہتے ہیں اس حدیث سے بھی استدلال کیا ہے جو محاسبات قیامت میں وارد ہے کہ حساب لئے جانے والوں میں سے ایک مومن ہے جس کے گناہ سب مبدل بحسنات ہو نگے۔ (مروی فی الصحاح)

اما اھل السنۃ اگرچہ ان آیات واحادیث کا مفہوم یہی ہے جو اس فرقہ نے سمجھا ہے اور بظاہر یہی مدلول ہے۔ لیکن شارع صلعم کی اصلی مراد یہ نہیں ہے گو ان آیات کی تفسیر و شرح احادیث میں خود شارع صلعم سے کچھ مروی نہیں مگر بزرگان سلف کے توارث کی بنا پر ان آیات واحادیث کے جو معنی قرار دئے گئے ہیں وہ مذکورہ بالا فرقوں کے عقائد سے بالکل جدا ہیں اور کتب عقائد میں تفصیل سے

ذیل بیان ہوئے ہیں

مثال (۵) قال تعالیٰ اِنَّ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ الآیہ - اس قسم کی آیات سے ایک فرقہ نے یہ سمجھا ہے کہ ایمان باللہ حاصل ہونے کے لئے جس طرح ایمان بالرسول شرط ہے اسی طرح اعمال شرط ہیں۔ گناہ کرنے سے ایمان زائل ہو جاتا ہے اور یہی مفہوم حدیث زنا و سرقہ کا بیان کیا ہے لا یزنی الزانی حین یزنی وھو مومن الحدیث ۔ اما اھل السنت ۔ وہ افراط و تفریط سے بچے ہوئے ہیں صراط مستقیم ما وارث عن السلف الممدوح ہے باب عقائد میں سر مو تجاوز نہیں فرماتے خواہ ان بزرگوں سے جو کچھ بطریق توارث پہنچا ہے اس کی تفسیر و توضیح روایات مرویہ میں پائی جائے یا نہ پائی جائے۔ اہل سنت کے عقائد میں بتوارث ثابت ہے کہ گناہ سے ایمان زائل نہیں ہوتا ہے۔

عن انس رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ثلاث من اصل الایمان الکف عمن قال لا الٰہ الا اللہ لا تکفرہ بذنب ولا تخرجہ من الاسلام بعمل الحدیث رواہ ابو داؤد و غیرہ

حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ تین چیزیں ایمان کی اصل ہیں۔ رکنا اس سے کہ جس نے لا الٰہ الا اللہ کہا۔ کہ اس کو کسی گناہ سے کافر نہ کہو اور اسلام سے خارج نہ کرو آخری حدیث تک اس حدیث کو ابو داؤد وغیرہ نے روایت کیا

قال سبحانہ عز من قائل ومن لم یحکم بما انزل اللہ فاولٰئک ھم الکافرون (سورۂ مائدہ رکوع ۷)

جو کوئی حکم نہ کرے اس چیز کے ساتھ جو کچھ اللہ تعالیٰ نے نازل فرمایا تو وہ لوگ کافر ہیں۔

یہ آیت بھی اس فرقہ کے استدلالات سے جس کا عقیدہ ہے کہ گناہ سے ایمان

زائل ہوتا ہے۔ اِس آیت کا ظاہر مفہوم صاف یہ نکلتا ہے کہ مسلمان حاکم جو بخلاف ما انزل اللہ کے قوانین ملکی پر احکام جاری کرے قطعاً کافر ہے اس کے خلاف اس آیت کی تفسیر میں شارع صلعم سے کوئی مفسر روایت بھی مروی نہیں ہے

اما عند اھل السنۃ بتوارث ثابت ہے کہ گناہ سے مومن کافر نہیں ہوجاتا اس لئے اس آیت کی تفسیر میں علی سبیل الانکار کا لفظ مقدر ہے یعنے وہ لوگ جو اللہ تعالےٰ کے نازل کئے ہوئے احکام کے مخالفت منکر ہو کر کسی امر کا فیصلہ کریں وہ کافر ہیں۔

مثال (۱۰) حدیث قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من ترك الصلوٰۃ متعمدًا فقد کفر یہ حدیث بھی اسی فرقہ کی ایک دلیل ہے جس کے نزدیک گناہ سے ایمان زائل ہوجاتا ہے کیونکہ ظاہر حدیث سے تارک صلوٰۃ کافر ٹھہرتا ہے۔

مگر اھل السنۃ توارث کی بنا پر جو معنی سمجھے ہیں وہ یہ نہیں ہیں۔

مثال (۱۱) قال سبحانہ تعالیٰ۔ فَتَبَارَكَ اللّٰهُ اَحْسَنُ الْخٰلِقِيْنَ اس آیت سے اس فرقہ کا استدلال ہے جو انسان کو خالق افعال شمار کرتا ہے۔ اور "احسن الخالقین" کا مطلب یہ بتاتا ہے کہ اللہ تعالےٰ صرف افعال جسم کا خالق ہے۔

اما اھل السنۃ اِن کا یہ عقیدہ نہیں جیسا کہ سب کو معلوم ہے۔

مثال (۱۲) قال سبحانہ تعالیٰ۔ وَاعْبُدْ رَبَّكَ حَتّٰى يَاْتِيَكَ الْيَقِيْنُ بعض متصوفین کا مذہب ہے کہ جب مجاہدات و ریاضیات روحانیہ سے خدا کی معرفت مرتبہ الیقین تک پہنچتی ہے تو مجاہدہ کرنے والا عبادات کی پابندی سے آزاد و مستغنی

ہو جاتا ہے۔ تفسیر ابن کثیر میں ہے کہ بعض ملاحدہ کا یہی مذہب ہے اور آیت سے استدلال کیا ہے اس طائفہ کا استدلال اس حدیث سے بھی ہے۔

عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال ان اللہ قد اطلع علی اھل بدر و قال اعملوا ما شئتم فقد غفرت لکم۔

روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا آپ نے کہ توجہ فرمائی اللہ تعالیٰ اہل بدر پر اور فرمایا کرو جو تمہارا جی چاہے کہ میں نے تم کو بخش دیا۔

یہ متعدد صحابہ ابوہریرہ رضی اللہ عنہ وغیرہ رضی اللہ عنہم اجمعین سے مروی ہے۔ بعض اکابر صوفیہ کو الہام بھی ہوا ہے کہ عبادات سے مرفوع القلم کئے گئے۔ یہ طائفہ آیۃ اور حدیث کے ظاہری معنی سے الہام کی تصدیق کر کے یہی اعتقاد رکھتا ہے کہ آیت کی تفسیر میں سوائے اس مفہوم کے کوئی حدیث معارض ثابت نہیں ہے تو الہام اولیا بتصدیق آیت حق ہے۔ شرح فصوص الحکم میں شاہ ولی اللہ صاحب فرماتے ہیں۔

الاولیاء کثیرا ما یلہمون بان اللہ تعالیٰ اسقط عنہم التکلیف وانہ خیرھم فی الطاعات ان شاء وافعلوھا وان لم یشاؤ لم یفعلوھا حکی لی ان والدی رضی اللہ عنہ عن نفسہ انہ الھم بھذا وانہ دعا اللہ تعالیٰ ان یقیم علیہ التکلیف وما اختار الا التمسی ولم یکن

اولیاء اللہ کو اکثر الہام ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ ان پر سے احکام شرعیہ کی تکلیف ساقط کر دی اور ان کو عبادت میں اختیار دیدیا اگر چاہیں عبادت کریں اگر نہ چاہیں نہ کریں اور میرے والد سے حکایت ہے کہ انہوں نے اپنے حال میں بیان کیا ہے کہ ان کو بھی اسی طرح کا الہام ہوا انہوں نے دعا کی اللہ تعالیٰ سے کہ ان کو تکلیف

من مذهبہ سقوط التکلیف عن احد من خلق اللہ ما دام عاقلاً بالغاً فرأیتہ یری الالہام حقاً ویری مذہبہ حقاً و یتحیر فی التطبیق۔ واخبرت عن سیدی العم قدس سرہ انہ کان یخبر عن نفسہ انہ الہم بسقوط التکلیف وکان قدس سرہ یمیل الی ان الکمل یسقط عنہم التکلیف وھکذا روی عن کثیر من الاولیاء۔

شریعہ پر ثابت قدم رکھے اور عبادت ہی کو پسند رکھتا اور ان کا عقیدہ بھی یہی تھا کہ کسی مخلوق سے تکلیف شرعی ساقط نہیں ہو سکتی جب تک عاقل بالغ ہے۔ اور میں دیکھتا تھا ان کو کہ وہ اپنے الہام کو حق جانتے تھے اور اپنے عقیدہ کو بھی حق سمجھتے تھے لیکن دونوں کی تطبیق میں متحیر تھے اور میرے چچا کی جانب سے بھی مجھ کو خبر پہنچی ہے کہ ان کو بھی تکلیف شرعی ساقط ہونے کا الہام ہوا ان کا خیال یہ تھا کہ کامل افراد سے تکلیف شرعی ساقط ہو جاتی ہے اور اسی طرح کی حکایتیں اکثر اولیا اللہ سے مروی ہیں جن پر یہ الہامات ہوئے ہیں۔

انتہی۔ حضرت شاہ صاحب نے ایسے الہام کو جو مذہب حق کے معارض ہے تعبیر طلب خواب قرار دیا ہے۔

واما اہل السنۃ پس عقیدہ متوارثہ عن السلف یہ ہے کہ عارف ہو یا غیر عارف عبادات اور تکلیفات شرعی سے آزادی ظنی ناممکن ہے اور احادیث مرفوعہ میں اگرچہ کوئی تفسیر آیت کی وارد نہیں لیکن اسی توارث کی بنا پر لفظ یقین کے

معنی "موت" مانے گئے ہیں کہ موت قطعاً حصول یقین کا سبب ہی رہے ۔
الہامات تو بتواتر سلف ثابت ہے کہ وہ شرعاً حجۃ نہیں ۔ فلا عبرۃ بہا
فی الشرعیات ۔

مثال (۱۳)

قال سبحانہ ھُوَ الاَوَّلُ وَالآخِرُ وَالظَّاھِرُ وَالبَاطِنُ ۔ (سورہ حدید رکوع ۱)	وہی اول ہے وہی آخر وہی ظاہر ہے وہی باطن ہے ۔
کنت سمعہ بصرہ یدہ رجلہ (الحدیث الصحیح)	

بعض صوفیہ کا مذہب وحدۃ الوجود ہے ۔ وہ اس آیت اور اس حدیث کے مدلول ظاہری سے استدلال کرتے ہیں اور الہامات و مکاشفات سے اس کی تصدیق بیان کی ہے ۔ بعض قدمائے فلاسفہ اشراقیہ سے بتغیر الفاظ یہی مذہب منقول ہے ۔

اما اھل السنۃ تواتر کے معارض ہونے کی وجہ سے آیت و حدیث کی تفسیر اس مذہب کے مخالف ہے ۔ مجدد صاحبؒ کے مکتوبات میں ہے مکتوب (۲۸۶) "واز جملہ ضروریات طریق سالک اعتقاد صحیح است کہ علمائے اہل سنت آنرا از کتاب و سنت فہمیدہ اند و از آثار سلف استنباط فرمودہ اند و کتاب و سنت را محمول داشتن بر معانی کہ جمہور علمائے سنت و الجماعت آن معنی را از کتاب و سنت فہمیدہ اند نیز ضروری است و اگر بالفرض خلاف معنی مفہوم بکشف والہام امرے ظاہر شود آنرا اعتبار نباید کرد و از آن استعاذہ باید نمود مثلاً آیات و احادیث کہ از ظواہر آنہا توحید (وحدۃ الوجود) مفہوم میشود و ہمچنیں احاطہ و سریان و قرب و معیت ذاتیہ معلوم میگردد چون علمائے اہل حق از آن آیات

واحادیث ایں معنی نہ فہمیدہ اند اگر در اثنائے راہ برسانند ایں معانی منکشف شود۔
ہرچند او بواسطہ غلبۂ حال وسکر وقت معذور است الخ

مثال (۱۴) قال اللہ سبحانہ لِيَغْفِرَ لَكَ اللّٰهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِكَ وَمَا تَأَخَّرَ۔
ایک فرقہ نے اس آیت سے استدلال کیا ہے کہ انبیاء علیہم السلام معصوم نہیں ہیں۔ ونیز آیت وَوَجَدَكَ ضَالًّا فَهَدٰى وغیرہ آیات واحادیث سے۔
اھل السنۃ سلف ممدوح سے انبیاء علیہم السلام کا معصوم ہونا بتوارث مصدق ہوچکا ہے۔ اس توارث کی بنا پر ان آیات کی تفسیر اور احادیث کی شرح برعایت عصمت کی گئی ہے کہ الفاظ قرآن وحدیث عربی لغات ہیں۔ کلام عرب میں ایک لفظ متعدد معانی مختلفہ میں مستعمل ہوتا ہے اسی سلیقہ عربی سے قرآن وحدیث میں مستعمل ہوا ہے۔ جیسے صلوٰۃ کا لفظ مختلف معنی میں آیا ہے۔ اَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ لَا تُصَلِّ عَلٰى اَحَدٍ مِّنْهُمْ۔ اِنَّ اللّٰهَ وَمَلٰٓئِكَتَهٗ يُصَلُّوْنَ عَلَى النَّبِيِّ"

مثال (۱۵) قال سبحانہ۔ قَدْ اَفْلَحَ مَنْ زَكّٰىهَا اس آیت سے بعض ارباب الحاد کا عقیدہ ہے کہ فلاح ونجات تزکیہ نفس سے حاصل ہوتی ہے تزکیہ نفس عام ہے کسی طریقے سے ہو خواہ شریعت اسلامی کے طریق پر یا بغیر اس کے۔ شارع صلعم سے اس آیت کی تفسیر میں شریعت محمدیہ کی خصوصیت مروی نہیں ہے۔
اما اھل السنۃ بتوارث عن السلف ثابت ہے کہ تزکیہ سے اصلی مراد شارع کی وہ تزکیہ ہے جو قبل بعثت تو دوسرے انبیاء علیہم السلام کی شریعتوں کے مطابق حاصل ہو اور بعد بعثت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہماری اسلامی شریعت کی پیروی سے حال انکہ یہ تفسیر لفظاً مروی نہیں ہے لیکن معنیً توارثی ہے اور مسلمات سلف سے

ثابت ہے۔

باب الاجمال والاحکام

قل لا اجد فی ما اوحی الی محرما علی طاعم یطعمہ الا ان یکون میتۃ او دما۔ (سورۂ انعام رکوع ۱۸)

کہدو کہ نہیں پاتا ہوں میں اس چیز میں کہ جو وحی کی گئی ہے میری طرف کوئی چیز کہ حرام کی گئی ہو کھانے والے پر جو کھاتا ہے مگر یہ کہ ہو مردار آخری آیت تک۔

اس آیت شریف میں جو چیزیں کھانی حرام ہیں بظاہر ان کی حدبندی کر دی ہے حالانکہ اس میں درندے مثلاً کتے بھیڑیئے کی حرمت مذکور نہیں۔ اب اگر الفاظ کے ظاہری معنی پر حصر کیا جائے تو ان درندوں کو حلال ماننا پڑے گا) کیونکہ لا اجد فیما اوحی کا ظاہری مفہوم بھی ہے کہ ان محدود چیزوں کے سوا کوئی چیز حرام نہیں حالانکہ بخلاف اس مفہوم و مدلول ظاہری آیت کے اشیائے مذکورہ کی حرمت بتواتر ثابت ہے۔

واحل لکم ما وراء ذلکم۔ شروع پارہ والمحصنت رکوع

اس آیت میں نکاح کے بارے میں حدبندی فرما دی گئی ہے کہ ان مذکورہ عورتوں کے سوا نکاح کرنا مردوں کو جائز ہے۔ پس اگر الفاظ کے ظاہری معنی پر انحصار رکھا جائے کہ اس آیت کی حدبندی ہے خالہ بھانجی سے نکاح کرنا جائز ہوتا ہے حالانکہ بتواتر و باجماع ائمہ مجتہدین ثابت ہے آیت کے ظاہری مفہوم کے خلاف۔

قال سبحانہ فلیطوفوا بالبیت العتیق۔ قال سبحانہ واذا حللتم فاصطادوا کتاب اللہ میں احکام حج میں لیطوفوا اور اصطادوا

ـــ ۵ روایت مرفوع یا موقوف وارد نہیں

بصیغہ امر ثابت ہیں۔ اور تفسیر آیت میں بھی کوئی روایۃ
کہ ایک جگہ صیغہ امر سے شارع صلعم کی مراد طواف کا فرض ہوتا ہے اور دوسری جگہ
صیغہ امر محض اباحت کے لئے آیا ہے جو عادات میں داخل اور تفسیر کا ضرور محتاج
ہے لیکن اس جگہ صرف سلف کے عمل اور تواراث ہی سے ثابت ہوا کہ مراد
شارع صلعم امر طواف میں تو فرضیت ہے اور اصطیادو میں صرف اباحت۔ اس
تعامل کی وجہ سے ائمہ کا اس باب میں اتفاق رہا اور اسی کی حجت پر سب ائمہ نے
قناعت کی اور تواراث کی تفسیر کو کافی سمجھا۔

قال سبحانہ تعالی۔ فَإِذَا قُضِيَتِ الصَّلٰوةُ فَانتَشِرُوا فِي الأَرْضِ (جب نماز ادا کر چکو تو چلے جاؤ)
صلوٰۃ باب تعبد سے ہے۔ اس آیت میں نماز ختم ہونے کے بعد انتشار کا حکم دیا
گیا ہے۔ روایات میں مرفوعاً موقوفاً مروی نہیں کہ انتشار کا یہ حکم فرض یا عبادت میں
داخل نہیں بلکہ محض تواراث سے ثابت ہوا ہے کہ یہ امر فرض عبادت نہیں صرف
اباحت ہے۔ "من شاء فلینتشر ومن شاء فلیذکر اللہ قاعداً (یعنے
بعد ادائے صلوٰۃ جس کا جی چاہیے چلا جائے اور جو چاہے وہ ٹھہر کر خدا کا ذکر کرے)

حدیث صلوٰۃ القاعد نصف صلوٰۃ القائم۔ رواہ مسلم
و نسائی والامام احمد عن انس رضی اللہ عنہ مرفوعاً
یہ حدیث صحیح متعدد صحابہ سے مرفوعاً ثابت ہے۔ دوسرے فرض نماز کا قیام کسی
صریح حدیث سے بصحت ثابت نہیں کہ فرض ہے پس یہ حدیث بوجہ عموم کے
صریح الدلالۃ ہے کہ فرض نماز بغیر عذر شرعی کے بھی بیٹھ کر ادا کرنی جائز ہے لیکن تواراث
ثابت ہے کہ فرض نماز میں قیام فرض ہے اس تواراث کی بنا پر اس حدیث کو

ثابت ہے۔ ۱۴ گیا ہے اور اس کی شرح میں لفظ نوافل داخل کرتے ہیں ورنہ توارث سے قطع نظر کرنے پر نوافل کی خصوصیت نہیں رہتی۔ کیونکہ کسی دوسری حدیث میں اس قسم کی صراحت نہیں کی گئی ہے اس حدیث کا خاص ہونا ثابت ہو۔ شارع سے اس حدیث کی شرح میں لفظ نوافل مروی نہیں ہے پس اس بارے میں حجت وہی توارث کا اصول ہے۔

قال سبحانہ۔ وَلَحْمَ الْخِنْزِیرِ۔ ائمہ اسلام میں توارث ثابت ہے کہ عین خنزیر حرام ہے قطعاً لحم، شحم، جلد وغیرہ۔ اگرچہ لغت عرب کی رو سے لفظ لحم میں چربی اور جلد شامل نہیں اور کوئی حدیث شحم و جلد کی حرمت میں وارد نہیں جس سے تفسیر ان کے حرام ہونے کی کی جائے لیکن مفسرین نے اسی توارث سلف کی بنا پر کہ حجت قاطعہ ہے عین خنزیر کو حرام لکھا ہے اگرچہ یہ لغت عرب کے خلاف ہو۔

قال سبحانہ وَلِلّٰہِ عَلَی النَّاسِ حِجُّ الْبَیْتِ مَنِ اسْتَطَاعَ اِلَیْہِ سَبِیْلًا آیت سے بشرط استطاعت حج فرض ہوا۔ یہ شرط اسی قسم کی ہے جیسی ادائے زکواۃ کے واسطے اور ایک بار حج ادا کرنے کے بعد بھی استطاعت رہے تو پھر حج کا ادا کرنا فرض ہے جس طرح زکواۃ کا فرض دائماً واجب الادا رہتا ہے لیکن توارث نے قطعی طور پر اس آیت کی تفسیر کر دی ہے کہ حج ایک بار سے زیادہ فرض نہیں۔ گو اس بارے میں ایک خبر احاد بھی اس قول کی تائید میں آتی ہے لیکن وہ مفید قطعیت نہیں۔ قطعیت توارث ہی سے ثابت ہے اس لئے ائمہ اسلام میں دوبارہ استطاعت پر حج فرض نہیں ہے۔

قال سبحانہ۔ اَلَّذِیْنَ ھُمْ فِیْ صَلَاتِہِمْ خَاشِعُوْنَ۔ لَا تُصَلِّ

عَلٰٓی اَحَدٍ مِّنْهُمْ اِنَّ صَلٰوتَكَ سَكَنٌ لَّهُمْ
يُصَلُّوْنَ عَلَی النَّبِیِّ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَيْهِ۔

اگرچہ احادیث مرفوعہ موقوفہ میں کوئی تفسیر ان الفاظ کی مروی نہیں ہے لیکن سلف کے تعامل اور توارث سے ثابت ہے کہ صلوٰۃ کے اصلی معانی جو مراد شارع ہیں ہر موقع پر جدا جدا ہیں۔

باب اخبار

پہلے بیان کیا جا چکا ہے کہ انبیاء علیہم السلام کی شریعتوں کی بنا امور غیبیہ پر ہے اور ان کا ادراک ایسے استدلالی طریقے سے کہ جس میں شک وشبہ کی گنجائش نہ رہے نہیں ہوا ہے بلکہ اخبار قطعیہ وحی سے ہوا ہے کتاب اللہ اور سنت متواترہ کے الفاظ توقیفی ہیں اور توارث کے ذریعے ثابت ہوئے ہیں۔ اسی طرح معانی نصوص مذکورہ توقیفی ہیں اور بتوارث پایہ ثبوت کو پہنچے ہیں۔ اس لئے علماء نے اہل السنۃ نے جس طرح باب عقائد وامور غیبیہ کو باخبار وحی بالتصدیق والاذعان قبول کیا ہے اسی طرح اخبار کتاب وسنت کو جو عقل کے ماوریٰ ہوں بے چون وچرا تسلیم کیا ہے خواہ ادلہ عقلیہ سے ثابت ہوں یا نہ ہوں بخلاف باقی فرق حادثہ کے کہ جو خبر ان کے عقول کے ادراک سے باہر ہے اس کو تسلیم نہیں کرتے بلکہ اپنی عقلی تاویلیں کرتے ہیں۔

قال سبحانہ تعالیٰ قَالَ اِنَّمَآ اَنَا رَسُوْلُ۔ کہا فرشتے نے کہ میں تیرے پروردگار

رَبِّكِ لِأَهَبَ لَكِ غُلَامًا

۸۹

ثابت ہے۔ ... مَا زَكِيًّا | کا بھیجا ہوا ہوں۔ کہ بخش جاؤں تجھ کو
قَالَتْ أَنَّى يَكُونُ لِي غُلَامٌ وَلَمْ | پاکیزہ لڑکا۔ کہا مریم نے کیونکر ہو سکتا ہے
يَمْسَسْنِي بَشَرٌ وَلَمْ أَكُ | میرے لڑکا۔ اور حال یہ کہ کسی آدمی نے
بَغِيًّا (سورۃ مریم رکوع ۲) | مجھکو چھوا ہے اور نہ میں بدکار ہوں۔

منکرین خوارق نے اس بیان واقعہ کو خواب وخیال پر محمول کیا ہے کہ ولادت انسان بغیر والد کے محال ہے اور کہا ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام یوسف نجار کے بیٹے تھے۔ اور قول لم یمسسنی بشر نکاح یوسف سے پیشتر کا قصہ ہے۔ علما ئے سلف نے تواریث متضرین ولادت عیسیٰ علیہ السلام کو بغیر والد کے مسلم رکھا ہے اس تواریث کی تصدیق ہے۔

وَلِنَجْعَلَهُ آيَةً لِلنَّاسِ۔ (سورہ مریم رکوع ۲) | اور اس لئے کہ لوگوں کے لئے نشانی ہو جائے
إِنَّ مَثَلَ عِيسَىٰ عِندَ اللَّهِ كَمَثَلِ آدَمَ (آل عمران رکوع ۶) | (عیسیٰ کی مثال آدم علیہ السلام کی مثال ہے)

علیٰ ھذا القیاس خوارق جو عیسیٰ علیہ السلام کے ہاتھ پر ظاہر قرآن حکیم کے بیان کے مطابق ہوئے ہیں۔ یعنے ابراء کمہ۔ ابرص۔ احیاء موتیٰ ان کا ان منکرین خوارق نے انکار کیا ہے۔ مگر علماء سلف نے بوجہ صریحی ثبوت تواریث امنا و صدقنا کہا ہے۔

قال سبحانہ تعالیٰ إِذْ قَالَ | جب کہا ابراہیم علیہ السلام نے کہ اے پروردگار
إِبْرَاهِيمُ رَبِّ أَرِنِي | میرے دکھا دے مجھکو تو مردوں کو
كَيْفَ تُحْيِي الْمَوْتَىٰ قَالَ | کیسے زندہ کرے گا۔
أَوَلَمْ تُؤْمِن الآیۃ | فرمایا اللہ تعالےٰ نے کیا تو ایمان نہ لایا

آخر آیت تک۔

منکرین خوارق نے اس آیت کے متوارث معنی کا انکار کیا ہے چنانچہ معتزلہ کا مسلک یہ ہے کہ تفسیر آیت میں بیان کیا ہے کہ یہاں مراد چار جانوروں کا پالنا اور ان کو یہاں تک مالوف و مانوس کرنا کہ چاروں کو الگ الگ چار پہاڑوں پر بٹھایا جائے تو آواز دینے سے اُڑ کر آجائیں

قال ابو مسلم معتزلی فی تفسیر الایۃ المراد بصرھن الیک الامالۃ والتمرین علی الاجابۃ قال والغرض منہ ذکر مثال محسوس فی عود الارواح الی الاجساد علی سبیل السھولۃ۔ انتھی

ابو مسلم معتزلی نے اس آیت کی تفسیر میں لکھا ہے کہ مراد صرھن الیک سے جانوروں کا مانوس کرلینا اور ہلا لینا ہے کہ آواز دیتے ہی چلے آئیں اور غرض اس سے ایک مثال محسوسات کی ہے کہ اسی طرح ارواح اپنے اجساد میں آسانی سے لوٹ آئیں گے۔

جو طائفہ منکر قیامت ہے اس کا انکار کرنا ان خوارق سے باعث استعجاب نہیں ہے البتہ قیامت کے اقرار کے بعد قصہ متوارثہ کا انکار تعجب خیز ہے جو دلیل مذبوح جانوروں کے زندہ ہو جانے کے خلاف ہے وہی دلیل قیامت کے محال ہونے پر دال ہے۔ اہل سنت والجماعت نے جس مخبر کی خبر سے قیامت کے وقوع کی تصدیق کی ہے اور فلاسفہ سفہا کے انکار کو رد کیا اسی مخبر صلعم سے اس قصہ کی تصدیق کی ہے جو سلف کے بیان سے تواترت ثابت ہے۔

قال عز اسمہ وَاَنْ لَّيْسَ اور نہیں ہے انسان کے واسطے مگر

لِلْاِنْسَانِ اِلَّا مَا سَعٰی (سورہ نجم رکوع ۲)	جو کچھ اس نے کوشش کی۔
لَهَا مَا كَسَبَتْ وَعَلَيْهَا مَا اكْتَسَبَتْ (سورہ بقرہ رکوع ۴۰)	ہر نفس کو ثواب اس چیز کا ملے گا جو اس نے کمایا اور عذاب اس چیز کا جو اس نے کمایا۔
كُلُّ امْرِئٍ بِمَا كَسَبَ رَهِينٌ (سورہ طور رکوع ۱)	ہر آدمی اپنے کسب کا مقید ہے۔

بظاہر مفہوم ان آیات کا یہ ہے کہ جو کچھ کیا جائے گا اس کا بدلہ ملنا قطعی ہے خواہ وہ خیر ہے یا شر۔

وَمَنْ يَعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ خَيْرًا يَرَهُ وَمَنْ يَعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ شَرًّا يَرَهُ۔ (سورہ اذا زلزلت)	جو کوئی کرے گا بھلائی ذرہ برابر پاویگا اور جو کوئی کرے گا برائی ذرہ برابر پاوے گا۔

اور ان ہی ظاہری معانی کی بنا پر بعض فرقوں نے شفاعت مذنبین کا انکار کیا ہے علماء سنت کے نزدیک یہ مفہوم اس عموم کے ساتھ معتبر نہیں ہے۔ اس واسطے کہ مسئلہ شفاعت سلف سے ثابت ہے اگرچہ شارع صلعم سے بالخصوص ان آیات کی تفسیر مروی نہیں ہے لیکن اہل سنت والجماعت ان آیات کی تفسیر میں شفاعت کی رعایت رکھتے ہیں۔

خاتمۃ البحث

یہ چند مثالیں اصول تدارک کی شرح میں بطور نمونہ لکھی گئی ہیں علماے اسلام پر روشن ہے کہ اس بحث کے متعلق معانی کتاب اللہ واحادیث رسول اللہ

ہیں بے شمار نظیریں ہیں۔ اگر خاص اہتمام سے انھیں جمع کیا جائے تو ضخیم مجلد بھی کافی نہیں ہے۔

اِن امثلہ سے بقطعیت ثابت ہے کہ آیات القرآن والاحادیث کے حقیقی معنی اِس تواتر سے ثابت ہوئے ہیں جس کا سلسلہ دوسری صدی کی مستند تصانیف سے قائم ہوا اور ان تصانیف کے مصنفین ان کے علم و اتقا کی بنا پر اس فرقہ بندی کے زمانہ میں قول رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم "ما انا علیہ واصحابی" کے سچے مصداق ثابت ہوئے ہیں پس اگر اس سلسلہ کو منقطع کیا جائے اور ان تصانیف کو مسلّم نہ رکھا جائے اور ہر آیت کے مفہوم اور حدیث کے مدلول کو محض عربیت و اصول ادبیہ سے طے کرنے کی ہر شخص کو آزادی مل جائے تو جیسا کہ مذکورہ بالا مثالوں سے ثابت ہے، دین اسلام کا تحفظ الحاد و زندقہ و اعتزال وغیرہ سے ناممکن ہے اور بتقضا سے حدیث صحیح مسلم۔ "لا یزال طائفۃ من امتی" (ملاحظہ ہو صفحہ ۴۳)

کوئی ایک طائفہ اصلی دین الٰہی پر قائم نہیں رہ سکتا اور وہ ملت بیضا جس کے حق میں نص قاطع ہے قَدْ تَّبَيَّنَ الرُّشْدُ مِنَ الْغَيِّ صرف عہد صحابہ تک ختم ہو چکی اور دوسری صدی کی تصانیف مذکورہ تک مسلسل نہ ہوئی۔ اور قرن صحابہ کے بعد سے اب تک تحریفات مختلفہ جو فرقہ بندیوں کی وجہ سے ہوتی رہیں ان سے شریعت حقہ کو پاک صاف کرنے کے لئے کوئی خلف پیدا نہ ہوا۔ لیکن درحقیقت ایسا نہیں ہے۔

قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یحمل ھذا العلم

من كل خلف عدوله ينفون عنه تحريف الغالين وانتحال المبطلين وتاويل الجاهلين ۔ (ملاحظہ ہو صفحہ ۴۴)

(۲) معنی قولہ صلی اللہ علیہ وسلم لا یزال طائفۃ من امتی قائمۃ علی امر اللہ۔ (ملاحظہ ہو صفحہ ۴۴)

پس ان براہین قاطعہ واصول مسلمہ عند اہل السنۃ والجماعۃ سے واضح ہوا کہ جو مسئلہ متوارث سلف صحابہ و تابعین سے ثابت ہو (وفاقاً۔ کما فی العقائد او خلافاً کما فی الاحکام والاعمال) اس کے خلاف آیات کتاب اللہ حدیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تفسیر کرنا اہل السنۃ والجماعۃ کے نزدیک معتبر نہیں۔ ما توارث کے خلاف تفسیر و شرح کرنا نئے فرقے نکالنے والوں کا مسلک ہے۔ اور ان طوائف نے باب عقائد و باب اخبار غیبیہ کو بلکہ باب احکام و اعمال کو بھی فلسفہ اور معقولات کے موافق ڈھالنے کی کوشش کی اور دین اسلام کی ماہیئت کو بدلنا چاہا ہے۔ مسلک باطنیہ و صباحیہ و بہائیہ وغیرہم انہی من گھڑت اصول سے بنائے گئے ہیں۔ لہٰذا حق اسی فرقے کے پاس ہے جو بقولہ صلی اللہ علیہ وسلم "ما انا علیہ واصحابی" بزرگان سلف کے توارث کا پابند ہے یہی طائفہ ہے جس سے دین اللہ کی حفاظت ہو رہی ہے۔ اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَاِنَّا لَهٗ لَحَافِظُوْنَ۔ شریعت اسلام انہی مسائل متوارثہ عن السلف کا نام ہے جو اصحاب سنت کی کتب تفسیر و احادیث و احکام میں قرون سابقہ سے مدون ہوتے چلے آئے ہیں۔ شریعت میں انہی مسائل کے التزام پر تفسیر و شرح بیان کی گئی ہے البتہ جو تفسیر کتاب اللہ یا احادیث کے مسائل متوارثہ کے خلاف نہیں ہے۔ بلکہ

تو ارث اس سے ساکت ہے۔ کتفاسیر الصوفیہ وشروحہم للاحادیث کہ اسرار القرآن ہے اور ان اسرار کی نسبت وارد ہے کہ ان للقرآن ظهراً وبطناً۔ "واوتیت جوامع الکلم"۔ پس وہ تفاسیر وشروح علی مسلک الصوفیہ ہیں۔ اُن اسرار کو شریعت سے بحث نہیں ہے ان کا تعلق رہبانیۃ سے ہے۔ وَرَهْبَانِيَّةً ابْتَدَعُوهَا مَا كَتَبْنَاهَا عَلَيْهِمْ احکام شرعیہ ان اسرار پر مرتب نہیں ہوئے۔

اس مسئلہ کی تفصیل وتحقیق کتب عقائد السنۃ میں سلف نے بہ شرح وبسط کردی ہے۔

باب چہارم

التقریر المجمل والقول الفیصل فی بحث التوارث

بحث عقائد میں دو مذہب باہم متضاد ہیں۔ ایک آسمانی شریعتیں اور دوسرے مذاہب دہریت طوائف دہریت سے ایک طائفہ تناسخ کا قائل ہے کہ بعد موت کے روح باقی رہتی ہے اور پھر دوسرے بدن سے متعلق ہوتی ہے اور اس تعلق کا سلسلہ منتظم یا غیر منتظم ہمیشہ جاری رہتا ہے اور ہمیشہ جاری رہے گا۔ دوسرا فرقہ دہریین کا حکمائے طبعیین (یا مادہ پرست) ہے جن کے عقائد محسوسات و مشاہدات سے باہر نہیں ہیں۔ یہ فرقہ تناسخ کا بھی قائل نہیں ہے۔ اس واسطے کہ کسی برہان قاطع حسیات وحدسیات سے ثابت نہیں ہے کہ بعد موت کے روح باقی رہتی ہے جس طرح بدن کی ترکیب کا بعد موت کے اعادہ ثابت نہیں۔ اسی طرح مرنے کے بعد اس بدن کی روح کا کسی دوسرے بدن سے متعلق ہونا کسی برہان سے ثابت نہیں۔ یہ استدلال اصحاب طبیعت کا ہے اور یہ مذاہب دہریین کے ہیں۔

واما عقائد الشرعیہ اہل اسلام یعنے ملۃ محمدیہ کے نام لیوا قوم کے عقائد و اصول وہ مسلک پر ہیں مسلک اول سلف صالحین کا ہے۔ وھم الصحابۃ

والتابعون لھم باحسان رضی اللہ عنھم ورضوا عنہ۔ اس مسلک کی اصل وبنا الذین یومنون بالغیب ہے جو صرف تصدیق نبوت پر مبنی ہے یہی مسلک توارث کی بنیاد ہے۔ مسلک دوسرا اہل طبقات مذمومہ کا ہے۔ اصحاب اعتزال و تجسیم وجہم واخوانہم یہ طبقات منکرین توارث ہیں اور یہی انکار انھیں فرقہ اہل سنت سے ممتاز اور جدا کرتا ہے جس طرح حکمائے فلسفہ و شرائع ناموسیہ میں حد فاصل عالم غیب ہے۔ کما سبق فی صدر التحریر تفصیلہ اسی طرح حد فاصل مابین اصحاب سنت واصحاب اعتزال وغیرہ بھی عالم غیب ہے کیونکہ اسی کو ماننے کے بعد عالم غیب کے اخبار و احکام کو بلا چوں وچرا تسلیم کیا جا سکتا ہے۔

موضوع اس تحریر کا اور بحث اس میں یہ ہے کہ ماتوارث عن السلف حجۃ شرعیۃ ہے وھو الحد الفاصل فی الاسلام بین الحق والباطل چونکہ طبقات مذمومہ کے عقائد وعلوم نے فلسفہ اور مادہ پرستی کے زیر سایہ تربیت پائی تھی اس لئے مسلمانوں کے یہ جدید فرقے انھی مادہ پرستوں کے چیلے بن کر اخبار غیبیہ شریعت کو وقتاً فوقتاً اپنی عقل اور تجربے کے مطابق ڈھالتے رہے ہیں اور آیات واحادیث میں ماتوارث عن السلف کے خلاف عقلی تحریف وتاویل کرتے رہے ہیں فَبَدَّلَ الَّذِينَ ظَلَمُوا قَوْلًا غَيْرَ الَّذِي قِيلَ لَهُمْ۔

ان ہر دو مسالک مذکورہ سے اہل سنۃ والجماعۃ نے بنظر حق طلبی مسلک اول صالحین سلف کو اس لئے اختیار کیا ہے کہ معانی نصوص شارع کے جو بتوارث ثابت ہیں اور مرتبہ ایمان بالغیب میں ہیں کتاب اللہ سے اسی کی تقلید کا حکم ہے۔ ان معانی کے خلاف تاویلات وتمثیلات حسب آرزوئے دلائل جیسے قطعاً مذموم اور ایمان

بالغیب کے منکرین کا خاصہ ہے۔

قَالَ سبحانہ وَمَا جَعَلْنَا اَصْحٰبَ النَّارِ اِلَّا مَلٰئِکَۃً۔ وَمَا جَعَلْنَا عِدَّتَھُمْ اِلَّا فِتْنَۃً لِّلَّذِیْنَ کَفَرُوْا لِیَسْتَیْقِنَ الَّذِیْنَ اُوْتُوا الْکِتٰبَ وَیَزْدَادَ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا اِیْمَانًا وَّلَا یَرْتَابَ الَّذِیْنَ اُوْتُوا الْکِتٰبَ وَالْمُؤْمِنُوْنَ وَلِیَقُوْلَ الَّذِیْنَ فِیْ قُلُوْبِھِمْ مَّرَضٌ وَّالْکٰفِرُوْنَ مَاذَآ اَرَادَ اللّٰہُ بِھٰذَا مَثَلًا۔ الآیۃ (سورۂ مدثر رکوع ۱۳)

اور ہم نے دوزخ کے داروغہ نہیں کئے ہیں مگر فرشتے اور ان کی گنتی نہیں کی ہم نے مگر آزمائش کافروں کے لئے تاکہ یقین کریں اہل کتاب اور جو لوگ مومن ہیں ان کا ایمان زیادہ ہو جائے اور شک نہ لائیں اہل کتاب اور مومن اور تاکہ وہ لوگ جن کے دلوں میں مرض ہے اور کافر یہ کہیں کہ اللہ نے کیا ارادہ کیا ہے اس مثال کے ساتھ۔

ماہرین تاریخ الاسلام پر روشن ہے کہ بدأ الاسلام کی تاریخ کا منظر (جو تقریر طویل میں سابق بیان ہوا) شاہد عینی اس امر کا ہے کہ صرف شارع علیہ السلام کی وہی تعلیم جو بزرگان سلف کے ذریعے متوارث ہوئی اصل راستہ اسلام کا ہے اور امت اسلام کو اسی تعلیم کی تقلید فرض کی گئی ہے۔

بیان

چھٹے طبقے کے فرقہ بندی دو اصول پر مبنی ہے (اول) عالم غیب کے معاملے میں براہین فلسفیہ کو دستور العمل قرار دینا۔ یا (دوم) الفاظ نصوص کے ظاہری معنے پر انحصار کرنا۔ لیکن

ایمانیات کے باب میں سلف ممدوح کا مسلک ان ہر دو اصول سے جداگانہ اور بے واسطہ تھا کہ ایمانیات متعلق بامور غیبیہ ہیں جن کا ادراک بالحس والحدس ناممکن ہے براہین قاطعہ حسیہ سے ان کا ثبوت نہیں ہو سکتا۔

ذات حق سبحانہ تعالیٰ موصوف بصفات کلام (وَكَلَّمَ اللّٰهُ مُوسٰى تَكْلِيمًا) سمع و بصر (وَهُوَ السَّمِيعُ الْبَصِيرُ) رؤیۃ سبحانہ (اِلٰى رَبِّهَا نَاظِرَةٌ) وجود ملائکہ۔ وجود شیاطین۔ وحی اللہ الی البشر بتوسط ملائکہ (یعنے نبوت) جو ما فوق فطرت بشریہ ہے یعنے الہام و وجدانیات کسبیہ بقاء شے روح بعد الموت الی یوم القیمۃ عالم برزخ میں۔ اشراط الساعۃ (فقد جاء اشراطها) یعنے آثار قیامت جیسے خروج یاجوج و ماجوج اور صور کا پھونکا جانا۔

وَتَرَكْنَا بَعْضَهُمْ يَوْمَئِذٍ يَّمُوجُ فِي بَعْضٍ وَّنُفِخَ فِي الصُّورِ (سورہ کہف رکوع ۱۳)	اور چھوڑ دیں گے ہم ان کو کہ موجیں ماریں گے آپس میں اور پھونکا جائے گا صور۔

دابۃ الارض اور اس کا بولنا۔

تُكَلِّمُهُمْ اَنَّ النَّاسَ كَانُوْا بِاٰيٰتِنَا لَا يُوْقِنُوْنَ۔	باتیں کرے گا لوگوں سے کہ لوگ ہمارے آیتوں پر ایمان نہیں لاتے تھے۔

نظام فلکیات کا درہم برہم ہونا جیسے سورج کا مغرب سے نکلنا اور ستاروں کا ماند پڑ جانا۔ (وَاِذَا النُّجُوْمُ طُمِسَتْ) احوال قیامت یعنے اعادہ روح بالجسد حساب اعمال۔ اعمال کی شہادت میں خود ہاتھ اور پاؤں کا بولنا۔ وَتُكَلِّمُنَا اَيْدِيْهِمْ وَتَشْهَدُ اَرْجُلُهُمْ بِمَا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ کہ یہ کلام حسب نطق دنیاوی ہوگا۔ اَنْطَقَنَا اللّٰهُ الَّذِيْ اَنْطَقَ كُلَّ شَيْءٍ نامہ اعمال

کا اعلان فَمَنْ اُوْتِیَ کِتَابَہٗ بِیَمِیْنِہٖ - وَمَنْ اُوْتِیَ کِتَابَہٗ بِشِمَالِہٖ
احوال نعیم جنت و عذاب جہنم وغیر ذالک۔ کہ ان امور کا ادراک براہین حسیہ
وحدسیہ سے ناممکن ہے بلکہ براہین حسابیات وتجربیات ان کے محال ہونے پر قائم
ہیں۔ علوم حسیات وحدسیات ریاضیات و فلسفیات ان اخبار غیبیہ کے معاملے
میں چل نہیں سکتے۔ اجتہاد و رائے و قیاس کا ان غیبی امور میں کچھ دخل نہیں ہے۔
انہی امور کی تعلیم کے واسطے بعثت انبیاء علیہم السلام کی ہوئی ہے۔ انبیاء علیہم السلام
کے اخبار سے امت کو ان امور کا علم ہوا ہے ورنہ امور حسیہ وحدسیہ وعلوم
ریاضیات و فلسفیات (سائنس) کا علم بغیر بعثت انبیاء علیہم السلام حاصل ہے۔ ان
علوم کی تحصیل کے لئے انسانی تجربات اور عقل کی رہبری کافی ہے۔

اگرچہ امور حسیہ ضمناً کتاب اللہ یا سنت میں مذکور ہیں لَا تُدْرِکُہُ الْاَبْصَارُ
اِنَّ اللّٰہَ یَاْتِیْ بِالشَّمْسِ مِنَ الْمَشْرِقِ - اِنَّکَ مَیِّتٌ وَّاِنَّہُمْ مَّیِّتُوْنَ -
وَاَنْزَلْنَا مِنَ السَّمَآءِ مَآءً - وغیر ذالک مگر یہ امور ایمانیات میں داخل نہیں ہیں
کہ علم ان اشیاء کا خبر نبوت کے بغیر حاصل ہے بلکہ ایمانیات وہ اخبار غیبیہ ہیں جو
ادراک عقول سے بالاتر ہیں مثلاً رویۃ سبحانہ تعالیٰ فی الجنۃ کلامہ سبحانہ سمعہ بصرہ
لقائے روح بعد الموت۔ موت کے بعد زندہ ہونا۔ طلوع الشمس من المغرب تکلم
الایدی والارجل وغیر ذالک من سائر الایمانیات۔ پس اخبار حسیہ و اخبار غیبیہ
میں معارضہ نہیں ہے۔ اسی قبیل سے مسئلہ افعال عباد ہے کہ بداہۃً تو ثابت ہے کہ
عباد اللہ کو اپنے افعال میں اختیار حاصل ہے لیکن ان افعال کا مشیت الٰہی کے تحت
نہیں صادر ہونا غیبی امر ہے۔ اور خبر نبوت سے ثابت ہے اور اسی طرح غیبی امر سمی

امور میں کوئی تعارض نہیں واقع ہوا اس عدم تعارض کے باوجود اہل سنت نے باب ایمانیات میں امور حسیات کو نظر انداز کیا ہے کہ امت اسلام مامور ایمان بالغیب کے ساتھ ہے۔ ایمان بالحسیات کے ساتھ نہیں ہے۔ اَلَّذِیْنَ یُؤْمِنُوْنَ بِالْغَیْبِ نص قاطع ہے۔

ایضاً۔ اخبار غیبیہ اس قاعدہ کلیہ کے تحت میں ہیں کہ مَالَا عَیْنٌ رَاَتْ وَلَا اُذُنٌ سَمِعَتْ وَلَا خَطَرَ عَلٰی قَلْبِ بَشَرٍ (یعنی وہ امور جنہیں نہ آنکھ نے دیکھا نہ کانوں نے سنا اور نہ دل و دماغ میں ان کا خیال گزرا) علوم عقلی و تجربی کا عالم بالکل دوسرا ہے۔ یعنی وہ امور جو عقل اور تجربے سے دریافت کئے گئے ہوں پس اگر ایمانیات اخبار غیبیہ میں عقلی یا تجربی علوم کی تاویل کی راہ اختیار کیجائے تو اخبار غیبیہ حد غیب سے خارج ہو کر دائرہ حسیات و عقلیات کے اندر داخل ہونگے اور ان کی اصلی نوعیت ہی متغیر اور باطل ہو جائے گی۔

ایضاً اگر اخبار غیبیہ پر ایمان لانا بشرط شہادت حسیات و عقلیات مشروط ہے تو ضرور مادہ پرستوں کا مذہب سچا ہے اس لئے کہ حسیات و عقلیات سے کوئی خبر ایمانی ثابت نہیں ہے نہ ذات سبحانہ الموصوف بالصفات۔ نہ بقائے روح بعد الموت (اور روح کا وجود ثابت نہ ہونے سے قیامت تو کیا تناسخ کی بنیاد بھی ختم ہو جاتی ہے) نہ اشراط الساعۃ کوئی چیز ہے کہاں نفخ صور، نہ حشر و نشر رہتا ہے نہ دوزخ نہ جنت۔ نہ محاسبات اعمال۔ کہ براہین حسیہ و عقلیہ سے کچھ ثابت نہیں ہے۔ فلم یبق الا الطبعیات (یعنی مادہ پرستی کے سوا کچھ باقی نہ رہے گا) کیونکہ تجربی اور عقلی دلائل سے اگر ثابت ہے تو صرف مادہ کے مقتضیات و آثار ثابت ہیں۔

لیکن حس و عقل کی انتہا عالم شہادت ہے اور بس۔ ایمانیات اخبار غیبیہ عالم غیب سے تعلق رکھتے ہیں۔ عالم غیب عالم شہادت کا راز سربستہ ہے جہاں بصیرت و بصارت کی رسائی منازل غیب تک ممکن نہیں ہے۔ حواس و عقل کی بلند پروازی مسائل ریاضیات و فلسفیات (سائنس) ہیں۔ انسان کے قصور علمی کی یہ دلیل کافی ہے کہ اپنے نفس کی حقیقت سے واقف نہیں ہے اصحاب فلسفہ کا مسلمہ ہے کہ ادراک حقائق و ماہیات الاشیاء محال ہے یہ تسلیم کرنے کے بعد عالم غیب کے مسائل کو حکمت فلاسفہ سے حل کرنا محض بے سود اور بیہودہ بات ہے۔

اخبار غیبیہ جن کی تصدیق و ایمان پر امت اسلام مامور ہے۔ اَلَّذِیْنَ یُؤْمِنُوْنَ بِالْغَیْبِ محض نبوت کی خبر سے دریافت ہو سکتی ہے نہ ریاضیات و فلسفیات سے مثلاً جسم سے جدا ہونے کے بعد روح کا باقی رہنا اور پھر قیامت کے دن اس کا جسم سے متعلق ہونا کسی سائنس سے ثابت نہیں ہو سکتا۔ حالانکہ یہ ایمانیات کے بہت معمولی مسائل ہیں ہے پس صفات الباری عز اسمہ و اشراط ساعۃ و قیامت کا ادراک ان علوم سائنس سے دریافت ہونا کیا۔ امور غیبیہ (ایمانیات) کے دریافت کا صرف ایک سبب ہے اور بس یعنے واسطۂ نبوت عَالِمُ الْغَیْبِ فَلَا یُظْهِرُ عَلٰی غَیْبِهٖٓ اَحَدًا اِلَّا مَنِ ارْتَضٰی مِنْ رَّسُوْلٍ فَاِنَّهٗ یَسْلُکُ الآیۃ وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِیُطْلِعَكُمْ عَلَى الْغَیْبِ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ یَجْتَبِیْ مِنْ رُّسُلِهٖ مَنْ یَّشَآءُ پس بغیر توسط وحی نبوت کے حسیات و عقلیات و علوم فلاسفہ سے اخبار غیبیہ پر اطلاع قطعاً ناممکن ہے۔

ان وجوہ سے نئے فرقوں نے اصول حسیات و عقلیات کو طائفہ حق پرست نے درباب اخبار غیبیہ نظر انداز رکھا ہے اسی طرح ان فرقوں کے عقائد اور تاویلات کو مسترد کر دیا ہے جو قرآن و حدیث

کے الفاظ کے ظاہری معنی سے استدلال کرتے ہیں اور بزرگان سلف کے خلاف اپنا جداگانہ مسلک رکھتے ہیں۔

بیانہ ایضاً

فرقہ بندی کی تاریخ سے تحقیقی طور پر ثابت ہے کہ سلف صالحین کے عقائد خلاف و شقاق سے پاک تھے۔ دوسری صدی سے اختلاف شروع ہوا ہے اور انہی طوائف نے جو اصحاب فلسفہ کے ساتھ منقول العقائد ہو گئے تھے بحکم

اَلَّذِیْنَ یَخُوْضُوْنَ فِیْۤ اٰیَاتِنَا — اور جو لوگ غور و فکر کر کے ہماری آیتوں میں جھگڑے نکالتے ہیں (سورۂ انعام رکوع ۷)

آیات میں قیاس دوڑانا شروع کیا۔ اور الفاظ کے ظاہری معنی کو بخلاف معنی متوارثہ اپنی دلیل قرار دیا۔ مثلاً (۱) صفات باری کے منکرین کا استدلال ہے کہ کتاب اللہ میں جا بجا اور فطریات وحیات بیان کئے گئے ہیں۔ نزول الماء۔ حدوث نباتات وغیر ذلک اور اسلام کو دین فطرت کہا گیا ہے۔

فَاَقِمْ وَجْهَكَ لِلدِّیْنِ حَنِیْفًا فِطْرَتَ اللّٰهِ الَّتِیْ فَطَرَ النَّاسَ عَلَیْهَا لَا تَبْدِیْلَ لِخَلْقِ اللّٰهِ الآیۃ (سورۂ روم رکوع ۴)	متوجہ ہو تو دین ابراہیم کی طرف کہ وہ دین فطرت اللہ ہے جس پر لوگوں کو پیدا کیا اللہ کی پیدائش میں تبدیل نہیں

ان آیات اور دلائل فطرۃ یعنی نظام فلکیات و عنصریات سے صرف توحید ذات ثابت ہے بلا شرکت احدے اور وہ ذات علت العلل ہے۔ اس ذات کے لئے ثبوت صفات (مثل کلام، سمع، بصر وغیرہ) بدلالت عقل محال ہے کتاب اللہ میں جو الفاظ صفات وارد ہیں استعارات و تشبیہات وغیرہ ہیں۔

(۲) طائفہ منکرین قیامت نے آیات كَمَا بَدَاَكُمْ تَعُوْدُوْنَ کَمَا بَدَاْنَاۤ اَوَّلَ خَلْقٍ نُّعِیْدُهٗ وغیرہا کو تناسخ پر محمول کیا کہ آیت کا مفہوم یہی ہے کہ ابتدا سے

آفرینش انسان کی طین و تناسل سے ہے یعنی خلق الانسان من طین من سلالۃ من ماء مہین بھی صاف ثابت ہے اسی سلسلہ کو منسوب بربوبیت فرمایا ہے۔ اَوَ لَم یَرَوا کَیفَ یُبدِئُ اللّٰہُ الخَلقَ ثُمَّ یُعِیدُہٗ کہ اسی سلسلہ میں اعادہ خلق ہوتا ہے اور یہی قیامت ہے۔ مَن مَاتَ فَقَد قَامَت قِیَامَتُہٗ باقی آیات احوال قیامت کو استعارات پر حمل کیا ہے کہ وہ دلائل عقلیہ سے ثابت نہیں۔ اسی طرح منکرین قیامت کو اشراط الساعۃ کے انکار پر مجبور ہونا پڑا۔ یاجوج ماجوج۔ خروج دابۃ الارض۔ نفخ صور وغیرہ میں تاویلات کی کہ ان کے معانی متوارثہ غیر معقول ہیں۔ علیٰ ہذا۔ دوزخ جنت۔ محاسبہ اعمال شہادت و تکلم دست وپا وغیرہ کو بھی قانون عقلی کے خلاف دیکھکر تسلیم نہیں کیا۔ وجود ملائکہ۔ نبوت۔ متوسط وحی جبرئیلی کا بھی انکار کیا کہ وحی نبوت اور الہام محض خطرات قلبی کے نام ہیں جیسا کہ

وَاَوحٰی رَبُّکَ اِلَی النَّحلِ | (اور وحی بھیجی تیرے پروردگار نے شہد کی مکھی کیطرف)

سے ثابت ہے۔ وجود ملائکہ۔ وحی جبرئیلی دلائل فطریۃ عقلیہ سے ثابت نہیں۔ اس لئے ان فرقوں نے مسئلہ متوارثہ ختم نبوت کا بھی انکار کیا کہ مفہوم کتاب اللہ حَتّٰی اِذَا ہَلَکَ قُلتُم لَن یَّبعَثَ اللّٰہُ مِن بَعدِہٖ رَسُولًا سے ختم نبوت کے خلاف معنی نکلتے ہیں۔

(۲) ایک فرقہ نے اس جانب غلو کیا ہے کہ ذات سبحانہٗ عزشانہٗ مجسم ہے۔ مفاہیم کتاب۔ اَلیَدُ یَدُ اللّٰہِ۔ اِلَّا وَجہَہٗ۔ کَلَّمَ اللّٰہُ مُوسٰی۔ قَد سَمِعَ اللّٰہُ وغیر ذلک دلیل تجسم ہے نص کتاب اللہ اِذَا استَوَیتُم مصدق محاورہ عرب ہے

لِتَستَوُوا عَلٰی ظُہُورِہٖ ثُمَّ تَذکُرُوا | سوار ہو تم اس کی پیٹھ پر پھر یاد کرو اللہ کے

نعمۃ ربکم اذا استویتم علیہ (سورۂ زخرف رکوع ۱) | انعام کو جب تم اس پر سوار ہو جاؤ تم اس پر

تجسم کی صریح دلیل ہے۔

(۴) ایک فرقہ پہلی شریعتوں کے شریعت محمدی سے منسوخ ہونیکا قائل نہیں کہ مفہوم کتاب اللہ اِنَّ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَالَّذِیْنَ ھَادُوْا وَالنَّصٰرٰی الآیۃ صریح دلیل عدم نسخ ہے آیۃ لَا نُفَرِّقُ بَیْنَ اَحَدٍ مِّنْ رُّسُلِہٖ اسی کی تصدیق ہے۔ قرآن مجید کا مصدق ہونا کتب سابقہ کیلئے ان کی منسوخیت کے خلاف ہے۔ ملۃ محمدی میں ازدواج اہل کتاب سے جائز ہے کہ جملہ ادیان سماویہ دین اسلام ہے۔ سَمّٰکُمُ الْمُسْلِمِیْنَ مِنْ قَبْلُ وَفِیْ ھٰذَا۔ فلا نسخ۔ اور آیات کا کوئی ناسخ کتاب اللہ میں وارد نہیں

(۵) ایک فرقہ منسوخیت ملۃ محمدیہ کا قائل ہے کیونکہ کتاب اللہ میں عدم منسوخیت کا وعدہ نہیں ہے۔

(۶) ایک فرقہ قائل ہے کہ صاحب نبوت سے سہو و مغالطہ فی تبلیغ الوحی ممکن ہے اور مَا اَنَا اِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُکُمْ | (نہیں ہوں میں مگر بشر اور آدمی مثل تمہارے) کو اپنی دلیل بناتا ہے

(۷) ایک فرقہ مفہومات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے مغالطات کا قائل ہے کہ وہ بھی بشر تھے۔

(۸) ایک فرقہ کا عقیدہ ہے کہ توحید و تصدیق نبوت کے بعد ہر قسم کے گناہ مبدل بحسنات ہوتے ہیں کہ مدلول کتاب اللہ یہی ہے۔

اُولٰٓئِکَ الَّذِیْنَ یُبَدِّلُ اللّٰہُ سَیِّاٰتِھِمْ حَسَنٰتٍ | یہ وہ لوگ ہیں جنکے گناہوں کو اللہ تعالیٰ نیکیوں سے بدل دیتا ہے

البتہ تقویٰ اور گناہوں سے بچنا رفع درجات کا سبب ہے۔

فرقہ ہائے باطنیہ قرامطہ ۔ صباحیہ ۔ وغیرہا نے جو الفاظ القرآن سے مفہومات الحاد مستفاد کئے ہیں وہ جداگانہ ایک آلائش ہے۔ اس شعر توحید باطنی آلائش کا اس اسلام سے جس میں صوم و صلوٰۃ و حج و زکوٰۃ کی پابندیاں ہیں کچھ تعلق نہیں ہے۔

الغرض طوائف حادثہ کے یہ دو اصول تھے۔ والیت حیات وعقلیات اور مفہومات الفاظ نصوص۔ ظاہر ہے کہ انھی دو اصول کی وجہ سے شیرازہ اسلام منتشر ہوا ہے کہ ان گمراہ کن اصول کو معیار ہدایت قرار دیا گیا۔

دریائے اختلاف کے تلاطم کا منظر دیکھتے ہوئے (جس کی موجزنی کی ابتدا دوسری صدی سے ہوئی ہے اور آئندہ اس کی حوالی ناپید اکنار ہے) ثابت ہے کہ ہر ایک طائفہ صراط مستقیم پر نہیں۔ اس لئے کہ یہ اختلاف تضاد و تباین ایمان کا ہے اور تفاوت زمین و آسمان کا۔

یہ ہر دو اصول معیار بنائے جانے کی قابلیت نہیں رکھتے ہیں۔ حق پرستی کے لئے حق کے متلاشی کو نظر تامل درکار ہے اور صراط مستقیم کا صحیح معیار معلوم کرنا ضروری ہے کہ بحر مواج کے ورطۂ اختلاف سے نجات حاصل ہو۔

باب ایمانیات مستنبط من کتاب اللہ ہے۔ اس لئے معیار ہدایت دریافت کرنے کے لئے رجوع الی کتاب اللہ لازم ہوا۔ مصرعہ۔ تحقیق را معتقف نیکو کن بیان اور کتاب اللہ سے ہر دو اصول کے خلاف ایک اصل ثالث ثابت ہے۔

بیانُہٗ

قرآن حکیم کا قانون ہدایت عربی زبان میں ہے اس کے ماننے والوں کو لغات و محاورات عربیہ سے مفر نہیں لیکن لغات و محاورات عرب مشترک الاستعمال ہیں اور کلام عرب بوجہ اجمال کے کئی کئی معنی رکھتا ہے اور بیان کا طالب ہوتا ہے ۔ اس بیان سے متکلم کی اصلی مراد ظاہر ہوتی ہے ۔ کتاب اللہ بھی سلیقۂ عرب پر نازل ہوئی ہے یہاں یہ امر ضرور غور طلب ہے کہ اس قانون کے مقنن نے محض الفاظ تعلیم فرما کر معانی کو آزاد کر دیا ہے اور ہر مقول کو تاویل میں آزادی عطا فرمائی ایسی قانون التعبیر والتفسیر کی تقلید کا پابند فرمایا ہے
يَفْعَلُ مَا يَشَاءُ وَيَخْتَارُ مَا كَانَ لَهُمُ الْخِيَرَةُ ۔

تعلیم کتاب اللہ سے ضرور ثابت ہے کہ دین اسلام ما نطق بہ الرسول ہے اور وحی الٰہی ہے مَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوَىٰ إِنْ هُوَ إِلَّا وَحْيٌ يُوحَىٰ ۔ امت اسلام کو جو کچھ صاحب رسالت نے تعلیم فرمایا ہے یا وحی متلو ہے یا غیر متلو ۔ يَتْلُوا عَلَيْكُمْ آيَاتِهِ وَيُعَلِّمُكُمُ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ ۔ وحی اللہ متلو و غیر متلو دونوں کی اطاعت واجب ہے اور تعلیم نبوت اگرچہ غیر متلو ہے لیکن واجب الاطاعت اور اطاعت کتاب اللہ کی برابر ہے ۔ مَنْ يُطِعِ الرَّسُولَ فَقَدْ أَطَاعَ اللَّهَ ۔ قُلْ إِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّونَ اللَّهَ فَاتَّبِعُونِي (ترجمہ جس نے رسول کی پیروی کی اس نے اللہ کی پیروی کی ۔ کہہ دے اے محمد اگر تم اللہ سے محبت رکھتے ہو تو میری پیروی کرو ۔)

بنصوص قاطعہ یہ بھی ثابت ہے کہ تعلیم الٰہی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو محض الفاظ کتاب اللہ کی نہیں فرمائی گئی ہے بلکہ معانی مراد بھی تعلیم فرمائے گئے ہیں۔ اِنَّ عَلَيْنَا جَمْعَهٗ وَقُرْاٰنَهٗ فَاِذَا قَرَاْنٰهُ فَاتَّبِعْ قُرْاٰنَهٗ ثُمَّ اِنَّ عَلَيْنَا بَيَانَهٗ (سورۂ قیامت رکوع ۱) ترجمہ (البتہ ہمارے ذمہ پر ہے جمع کرنا وحی کا اور اس کا پڑھانا جب پڑھیں ہم اس کو تو پیروی کر اس کے قرأت کی پھر ہمارے ذمہ پر ہے اس کا بیان اور اس کی تفسیر)۔

یہ امر بھی قطعیات سے ہے کہ صاحب رسالت علیہ التحیۃ نے بہ تعمیل حکم بَلِّغْ مَا اُنْزِلَ اِلَيْكَ لِتُبَيِّنَ لِلنَّاسِ مَا نُزِّلَ اِلَيْهِمْ کے معانی مراد کی تبلیغ میں قصور نہیں فرمایا ہے۔ پس امت کا فرض تقلید نبوت ہے اور اس میں کتاب اللہ اور سنت رسول دونوں کی پیروی داخل ہے۔ قَدْ كَانَ لَكُمْ فِيْ رَسُوْلِ اللّٰهِ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ لِّمَنْ كَانَ يَرْجُوا اللّٰهَ وَالْيَوْمَ الْاٰخِرَ۔ (ملاحظہ ہو صفحہ ۲۰)

اختلاف کی صورت میں کتاب اللہ اور نبی کریم صلعم کی طرف رجوع ضروری ہے فَاِنْ تَنَازَعْتُمْ فِيْ شَيْءٍ فَرُدُّوْهُ اِلَى اللّٰهِ وَالرَّسُوْلِ۔ اور منازعات میں اور کتاب اللہ کے حقیقی معنی قرار دینے میں فیصلہ رسالت کا خلاف کرنا یقیناً ضلالت ہے اور تقلید رسول سے آزاد ہونے کے مرادف ہے۔

وَمَنْ يُّشَاقِقِ الرَّسُوْلَ مِنْ بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُ الْهُدٰى وَيَتَّبِعْ غَيْرَ سَبِيْلِ الْاٰيَة (ملاحظہ ہو صفحہ ۱۵)

فَلْيَحْذَرِ الَّذِيْنَ يُخَالِفُوْنَ عَنْ اَمْرِهٖ اَنْ تُصِيْبَهُمْ فِتْنَةٌ الآیۃ (سورۂ نور رکوع ۹)	پس چاہیے کہ بچیں وہ لوگ جو مخالفت کرتے ہیں اسکے حکم کی اسبات سے کہ پہنچے گا انکو فتنہ

مثلاً آیات لِكُلٍّ جَعَلْنَا مِنْكُمْ شِرْعَةً وَّمِنْهَاجًا - اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَالَّذِيْنَ هَادُوْا وَالنَّصٰرٰى الآية وغیرا کے مفاہیم سے ایک فرقہ نے سابقہ ملتوں کے منسوخ نہ ہونے پر استدلال کیا ہے۔ دوسرا فرقہ ان آیات سے قبل بعثت حضرت ختم المرسلین کا زمانہ مراد لیتا ہے۔ اس نزاع کے فیصلہ کے واسطے رجوع الی الرسول فرض ہے اور قول رسول تاویل قبل بعثت کی تصدیق ہوتی ہے پس اسی تاویل کی تقلید است پر فرض ہے۔ یہ ہی قانون التعبیر والاطلاق ہے اور یہ ہی مفسر کتاب اللہ ہے۔ ثُمَّ اِنَّ عَلَيْنَا بَيَانَهٗ - مَنْ يُّطِعِ الرَّسُوْلَ - مَنْ يُّشَاقِقِ الرَّسُوْلَ سے یہ ہی ثابت ہے کہ تقلید نبوت بعینہ تقلید اللہ ہے۔ قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِيْ يُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ - سبحانہ تعالےٰ نے تقلید نبوت کو بعینہ تقلید اللہ قرار دیا ہے ورنہ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْهُ نازل ہوتا اور فَاتَّبِعُوْنِيْ نہ ہوتا۔ ارشاد فاتبعونی کی تقلید فرض ہونے کی صریح دلیل ہے اور نبوت کا خلاف، دلیل ضلالت ہے۔ پس تقلید نبوت ایجابی اور سلبی دونوں اعتبار سے ثابت ہے۔ نبوت جبکہ صرف الفاظ قرآن کی تبلیغ میں محدود نہیں اور اِنَّ عَلَيْنَا جَمْعَهٗ وَقُرْاٰنَهٗ کی ذمہ داری سے محفوظ ہے تو نبی صلعم کی نسبت یہ سمجھنا کہ آپ نے صرف الفاظ کی تعلیم دی اور مفہوم حقیقی کو بیان نہیں فرمایا يُؤْمِنُوْنَ بِبَعْضٍ وَّيَكْفُرُوْنَ بِبَعْضٍ کے تحت میں داخل ہے۔ اور ثُمَّ اِنَّ عَلَيْنَا بَيَانَهٗ کی ذمہ داری غیر صادق الوعد ہے نعوذ باللہ منہ لغرض محال صورت مفروضہ کہ صاحب رسالت نے صرف تبلیغ الفاظ کتاب اللہ فرمائی ہے اور معانی مراد عہد قرون ثلٰثہ کے بعد سے (جو عہد توارث ہے) وقتاً فوقتاً دریافت ہوتے

جانتے ہیں تو اس کے معنی یہ ہیں کہ ارشاد الٰہی۔ اَلْیَوْمَ اَکْمَلْتُ لَکُمْ دِیْنَکُمْ
عیاذاً باللہ صادق نہ ہوا اور تبلیغ ناقص رہی اور تکمیل دوسری صدی نے شروع
ہوئی ہے اور آئندہ بھی تکمیل حالت منتظرہ میں ہے اور دین تکمیل طلب ہے۔

وحی متلو و غیر متلو کی اول تبلیغ جماعت صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو ہوئی ہے۔
یہ جماعت اول وارثین کتاب اللہ ہیں۔ ثُمَّ اَوْرَثْنَا الْکِتَابَ الَّذِیْنَ اصْطَفَیْنَا
ان کے ایمانیات مقبول و ممدوح فی الکتاب ہیں کہ یہ جماعت موید بروح القدس ہے
اُولٰئِکَ کَتَبَ فِیْ قُلُوْبِھِمُ الْاِیْمَانَ وَ اَیَّدَھُمْ بِرُوْحٍ مِّنْہُ۔ اُولٰئِکَ ھُمُ الْمُؤْمِنُوْنَ
حَقًّا۔ اُولٰئِکَ الَّذِیْنَ امْتَحَنَ اللّٰہُ قُلُوْبَھُمْ لِلتَّقْوٰی۔ اس جماعت کا
ایمان کہ دین الصحائف ایمان بالغیب کے تحت ہیں بغیر تطبیق حسیات و عقلیات
کے داخل ہے۔ اَلَّذِیْنَ یُؤْمِنُوْنَ بِالْغَیْبِ۔

اسی جماعت کے ایمانیات کی اتباع و تقلید کتاب اللہ میں موجب رضائے الٰہی
ہے۔ اَلسّٰبِقُوْنَ الْاَوَّلُوْنَ مِنَ الْمُھٰجِرِیْنَ وَ الْاَنْصَارِ وَ الَّذِیْنَ
اتَّبَعُوْھُمْ بِاِحْسَانٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْھُمْ وَ رَضُوْا عَنْہُ۔ (ملاحظہ ہو صفحہ ۱۵)

یہ بھی قطعیات سے ہے کہ اس جماعت کے ایمانیات تعلیم نبوت سے بالا بالا
درجۂ کمال و قبولیت کو نہیں پہنچے تھے۔ حاشا و کلا۔ بلکہ کتاب اللہ و بیان منزل
و تعلیم نبوت کے نتائج تھے۔ اس تکمیل کے بعد علمائے صحابہ آنے والوں کی تعلیم
و تلقین پر مامور ہوئے۔

فَلَوْلَا نَفَرَ مِنْ کُلِّ فِرْقَۃٍ طَآئِفَۃٌ لِّیَتَفَقَّھُوْا فِی الدِّیْنِ وَ لِیُنْذِرُوْا
قَوْمَھُمْ۔ (ملاحظہ ہو صفحہ ۲۵)

اور اس حکم کی تعمیل میں علمائے صحابہ کرام نے علمائے تابعین کو جنہیں براہِ راست مشاہدہ نہیں ہوا۔ کتاب اللہ اور بیان کتاب اللہ جو تبلیغ نبوت سے حاصل کیا تھا۔ تلقین فرمایا اور نقل کتاب اللہ میں جس طرح جماعت صحابہ کی صداقت اور عصمت مسلّم ہے اسی طرح وہ بیان کتاب و تفسیر القرآن میں معصوم ہیں اور بحکم " وَالَّذِيْنَ اتَّبَعُوْهُمْ " ان کی پیروی فرض ہے۔ اس لئے کہ بحث قطعیات ایمانیات میں ہے۔ اور نصوص قاطعہ سے جماعت مہاجرین و انصار کا حزب اللہ ہونا ثابت ہے۔ ایمانیات ان کے مؤید بروح القدس ہیں۔ علم کتاب و حکمت نبوت ان کا بالواسطہ مظہر نبوت سے حاصل ہوا۔ اسی جماعت کی شان میں مثلهم فی التوریة۔ مثلهم فی الانجیل وارد ہے۔ اسی جماعت کے حق میں وَالَّذِيْنَ مَعَه۔ ارشاد ہوا ہے۔ ان کی قبولیت اور اللہ تعالیٰ کی ان سے خوشنودی دنیا تک ہی محدود نہیں بلکہ آخرت تک موعود ہے۔ یہ قرب الٰہی ان کو قوت ایمان کے اعلیٰ مرتبہ سے حاصل ہوا ہے۔ ان کی تقلید کے لئے نص قاطع ناطق ہے۔ والذین اتبعوهم باحسان۔ انکی اتباع سے خیر قرون کے تابعین و من بعدهم مرتبۂ رضوان اللہ میں شامل ہوئے۔ انہی کی آغوش حمایت و نصرت میں رسالت نے نشو ونما پایا ملت محمدیہ (علی صاحبها الصلوٰۃ و تحیۃ) نے ترقی حاصل کی۔ جبکہ اسی حزب اللہ کی فلاح دارین مسلم و مستند ہے۔ اور اسی کی تقلید کا حکم ہے اور وہی جماعت دین خالص کے حامل ہے تو حق پرست امت کے لئے مجال کب باقی رہی کہ ما توارث عنهم کے خلاف کر سکے۔ کیونکہ ان کے خلاف چلنے سے دین محمدی کی تفریق و تشتیت لازم ہے اِنَّ الَّذِيْنَ فَرَّقُوْا دِيْنَهُمْ وَكَانُوْا شِيَعًا۔ جماعت

صحابہ کرام کی شان میں جو آیات قرآن وارد ہوئی ہیں ان میں سے بعض یہاں دہرائی جاتی ہیں کہ طالبان حقیقت ذرا غور کریں اور اس برگزیدہ جماعت کے مرتبہ کو سمجھ لیں۔

اُولٰئِكَ كَتَبَ فِي قُلُوبِهِمُ الْإِيمَانَ وَأَيَّدَهُمْ بِرُوحٍ مِنْهُ وَيُدْخِلُهُمْ جَنَّاتٍ تَجْرِي مِنْ تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ خَالِدِينَ فِيهَا رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمْ وَرَضُوا عَنْهُ أُولٰئِكَ حِزْبُ اللَّهِ أَلَا إِنَّ حِزْبَ اللَّهِ هُمُ الْمُفْلِحُونَ۔ (ملاحظہ ہو صفحہ ۱۴ و ۱۵)

هُوَ الَّذِي بَعَثَ فِي الْأُمِّيِّينَ رَسُولًا مِنْهُمْ يَتْلُو عَلَيْهِمْ آيَاتِهِ وَيُزَكِّيهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ۔ (سورہ جمعہ رکوع ۱)

"وہ ہی ہے جس نے بھیجا امیوں میں پیغمبر پڑھتا ہے ان پر اسکی آیتوں کو اور تزکیہ کرتا ہے ان کا اور سکھاتا ہے ان کو کتاب و حکمت"

مُحَمَّدٌ رَسُولُ اللَّهِ وَالَّذِينَ مَعَهُ أَشِدَّاءُ عَلَى الْكُفَّارِ رُحَمَاءُ بَيْنَهُمْ تَرَاهُمْ رُكَّعًا سُجَّدًا يَبْتَغُونَ فَضْلًا مِنَ اللَّهِ وَرِضْوَانًا سِيمَاهُمْ فِي وُجُوهِهِمْ مِنْ أَثَرِ السُّجُودِ ذٰلِكَ مَثَلُهُمْ فِي التَّوْرَاةِ وَمَثَلُهُمْ فِي الْإِنْجِيلِ الآیۃ (سورہ فتح رکوع ۴)

"محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے رسول ہیں اور جو انکے ساتھ ہیں سخت ہیں کفار پر اور رحیم دل آپس میں تو دیکھے تو ان کو رکوع کرتے ہوئے سجدہ کرتے ہوئے چاہتے ہیں اللہ کا فضل اور اس کی رضامندی نشانی ان کی انکے چہروں پر ہے سجدوں کے اثر سے۔ مثال ان کی توراۃ میں ہے اور انجیل میں ہے"

يَوْمَ لَا يُخْزِي اللّٰهُ النَّبِيَّ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مَعَهٗ نُوْرُهُمْ يَسْعٰى بَيْنَ اَيْدِيْهِمْ وَبِاَيْمَانِهِمْ يَقُوْلُوْنَ رَبَّنَا اَتْمِمْ لَنَا نُوْرَنَا وَاغْفِرْ لَنَا اِنَّكَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ۔ (سورۂ تحریم رکوع ۲)

"جس دن نہ رسوا کریگا اللہ تعالٰے اپنے نبی کو اور جو لوگ اس کے ساتھ ہیں مومنوں میں سے نور ان کا دوڑتا ہوا آگے چلیگا اور ان کے داہنی طرف بھی کہینگے وہ اے رب ہمارے پورا کر ہمارے لئے ہمارا نور اور مغفرت کر ہماری بیشک تو ہر چیز پر قادر ہے"

لِلْفُقَرَآءِ الْمُهٰجِرِيْنَ الَّذِيْنَ اُخْرِجُوْا مِنْ دِيَارِهِمْ وَاَمْوَالِهِمْ يَبْتَغُوْنَ فَضْلًا مِّنَ اللّٰهِ وَرِضْوَانًا وَّيَنْصُرُوْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ اُولٰٓئِكَ هُمُ الصّٰدِقُوْنَ (سورۂ حشر رکوع ۱) وَالَّذِيْنَ تَبَوَّؤُا الدَّارَ وَالْاِيْمَانَ مِنْ قَبْلِهِمْ يُحِبُّوْنَ مَنْ هَاجَرَ اِلَيْهِمْ وَلَا يَجِدُوْنَ فِيْ صُدُوْرِهِمْ حَاجَةً مِّمَّآ اُوْتُوْا وَيُؤْثِرُوْنَ عَلٰٓى اَنْفُسِهِمْ وَلَوْ كَانَ بِهِمْ خَصَاصَةٌ ۔ وَمَنْ يُّوْقَ شُحَّ نَفْسِهٖ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ وَالَّذِيْنَ جَآءُوْ مِنْ بَعْدِهِمْ

"یہ مال واسطے جماعت مہاجرین فقراء کے ہے جو نکالے گئے اپنے گھروں سے اور مالوں سے چاہتے ہیں اس کا فضل اور اس کی رضامندی اور مدد دیتے ہیں خدا کو اور اس کے رسول کو یہ ہی لوگ سچے ہیں" "اور واسطے ان لوگوں کے کہ جنہوں نے ٹھکانا کرلیا ہجرت کی جگہ کو اور ایمان کو ان سے پہلے دوست رکھتے ہیں ان لوگوں کو جو ہجرت کرکے آئیں ان کی طرف اور نہیں پاتے ہیں اپنے دلوں میں کوئی خلش اس بات سے کہ مہاجرین کو کچھ دیا جائے اور اختیار کرتے ہیں اپنے نفسوں پر مہاجرین کو اگرچہ انکو تنگی ہو اور جو کوئی

يَقُولُونَ رَبَّنَا اغْفِرْ لَنَا وَلِإِخْوَانِنَا الَّذِينَ سَبَقُونَا بِالْإِيمَانِ وَلَا تَجْعَلْ فِي قُلُوبِنَا غِلًّا لِّلَّذِينَ آمَنُوا رَبَّنَا إِنَّكَ رَءُوفٌ رَّحِيمٌ ۔ (سورہ حشر رکوع ۱)

بچ گیا اپنے بخل سے وہی لوگ ہیں فلاح پانیوالوں میں اور وہ لوگ جو آئے ان کے پیچھے کہتے ہیں کہ اے رب ہمارے مغفرت کر ہماری اور ہمارے ان بھائیوں کی جو ہم سے آگے ایمان لائے اور نہ کر ہمارے دلوں میں کینہ مومنوں کی طرف سے ۔ اے ہمارے پروردگار تو ہی رحم کرنیوالا مہربان ہے "

اس تقریر کے بعد قرآن پر ایمان لانیوالا سمجھ سکتا ہے کہ آیت وَيَتَّبِعْ غَيْرَ سَبِيلِ الْمُؤْمِنِينَ نُوَلِّهِ مَا تَوَلَّىٰ وَنُصْلِهِ جَهَنَّمَ ۔ میں لفظ مومنین سے جماعت صحابہ مراد ہے یا بعد کی فرقہ بندی اور تاویل کرنیوالے ۔ اور بعد الاختلاف کس فرقہ کی اتباع و تقلید کا حکم ہے ۔ ظاہر ہے کہ آیات صحابہ کی تقلید کیجانب اشارہ ہیں ایضاً ہے آراء حادثہ کی اتباع دین حق نہ ہے ۔ یعنے وہ آراء حادثہ جن کے ایمانیات صحیحہ عقل و روایات عرب و حسیات و عقلیات پر مبنی ہیں ۔ ارشاد کیا ہے اللہ أُولَٰئِكَ هُمُ الْمُؤْمِنُونَ حَقًّا ۔ وَالَّذِينَ اتَّبَعُوهُم بِإِحْسَانٍ ۔ (يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ حَسْبُكَ اللَّهُ وَمَنِ اتَّبَعَكَ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ سورہ انفال رکوع ۸) ترجمہ (اے نبی کافی ہے تجھکو اللہ اور جو مومن تیری پیروی کر رہے ہیں) ۔ وغیرہ آیتوں سے صحابہ رضی اللہ عنہم ہی کے اسلام کا صحیح راستہ یا " سبیل المومنین " قرار پاتے ہیں ۔ تعلیم نبوت و تبلو شاھد اسی کی مصدق ہے کہ بعد اختلاف و افتراق کے وقت صحابہ ہی کا راستہ سیدھا اور سچا

راستہ ہے۔ اصحابی امنۃ لامتی۔ ما انا علیہ واصحابی۔

کتاب اللہ کی آیات متلوہ سے ثابت ہے کہ کتاب اللہ وبیان رسالت ومفاہیم صحابہ کرام رضی اللہ عنہم بحکم مَنْ یُّطِعِ الرَّسُوْلَ فَقَدْ اَطَاعَ اللّٰہَ وَاتَّبَعُوْھُمْ بِاِحْسَانٍ۔ اتباع وتقلید کے لئے ایک ہی مرتبہ میں ہیں اور یہی سبیل المومنین وراہ نجات ہے۔ یہ تصدیق وتطبیق بین الکتاب والسنۃ مفاہیم صحابہ سے ثابت ہوتی ہے۔ مسائل متوارثہ عن الصحابہ رضی اللہ عنہم جن کی نقل کتاب اللہ کی نقل کی طرح متواتر ومسلسل ہے وہ قطعی الثبوت ہیں۔ یہ ہی معیار ہدایت کتاب اللہ سے ثابت ہوتا ہے۔ یعنی مسائل متوارثہ جو علمائے صحابہ وتابعین کے عقائد پر مبنی ہیں وہ مفاہیم صحابہ کا نتیجہ ہیں۔ یہی اصول مفسر الکتاب ہیں۔ یہ ہی اصول قانون التعبیر ہیں۔ یہ ہی اصول علوم متعارفہ اسلام ہیں جو تیسری صدی کی کتب احادیث کی تصنیف (یعنے صحاح ومسانید موجودہ) سے پیشتر صدور صحابہ وتابعین میں محفوظ ومتعارف تھے۔ انہی اصول کی بدولت فرقہ ہائے حادثہ (مریدین فلاسفہ) کے حملوں سے راہ نجات اسلام محفوظ رہی جس کا "وَاِنَّا لَہٗ لَحٰفِظُوْنَ" میں وعدہ فرمایا گیا ہے۔ ان ہی اصول پر چلنے والے خبر "لَا یَزَالُ طَائِفَۃٌ مِّنْ اُمَّتِیْ ظَاھِرِیْنَ عَلَی الْحَقِّ" کے مصداق ہیں۔ انہی اصول سے شیرازہ سنت الاسلام مستقیم اور اختلاف آراء کی کجی سے محفوظ ہے یہ ہی اصول سبیل المومنین ہیں۔ اس سبیل سے قدم باہر رکھنا یَتَّبِعْ غَیْرَ سَبِیْلِ الْمُؤْمِنِیْنَ کے حکم میں داخل ہے۔

ذیل میں چند امثلہ مسائل متوارثہ کے مسئلہ تراویح کی توضیح وانکشاف

کے لئے اجمالاً پیش کئے جاتے ہیں۔

مسائل متوارثہ

مسئلہ ۱ - تنزہ سبحانہ تعالیٰ عن الجسم مسلمانوں میں مسلم ہے اگرچہ الفاظ قرآن اور محاورات عربی کا ظاہری مفہوم اس متوارثہ مسئلہ کے مخالف نظر آتا ہے۔

مسئلہ ۲ - صفات اللہ سبحانہ کلام و مشیئۃ وغیرہا۔ اگرچہ براہین حسیہ و عقلیہ سے ثابت نہیں۔

مسئلہ ۳ - نبوت متوارثہ بتوسط جبرئیل علیہ السلام جو مسلمانوں کے نزدیک محض امر وہبی ہے۔ حصول اس کا قدرت بشری اور مکاسب انسانی سے مافوق ہے۔ یہ براہین حسیہ و عقلیہ سے ثابت نہیں ہوتا۔ اس لئے فرق حادثہ نے اس نبوت کو تسلیم نہیں کیا ہے۔ ان کا اعتقاد ہے کہ استحصال نبوت تحت مکاسب بشریہ داخل ہے اور وحی محض الہام ہے۔ وَاَوْحٰى رَبُّكَ اِلَى النَّحْلِ اس کی دلیل ہے۔

مسئلہ ۴ عصمت نبوت - یعنی فہم و افہام وحی میں غلطی نہیں ہو سکتی

لَكِتَابٌ عَزِيزٌ لَا يَأْتِيهِ الْبَاطِلُ مِنْ بَيْنِ يَدَيْهِ وَلَا مِنْ خَلْفِهِ (سورۂ فصلت رکوع ۵)	"بے شک یہ قرآن عزت والی کتاب ہے کہ جس کے پاس آگے اور پیچھے سے باطل چیز نہیں آتی"۔
عَالِمُ الْغَيْبِ فَلَا يُظْهِرُ عَلٰى	"وہی غیب جاننے والا ہے پس نہیں

غَیْبِہٖٓ اَحَدًا اِلَّا مَنِ ارْتَضٰی	خبر دیتا ہے اپنے غیب پر کسی کو مگر جس
مِنْ رَّسُوْلٍ فَاِنَّہٗ یَسْلُکُ مِنْ	کو پسند کرے پیغمبری کے لئے تو البتہ
بَیْنِ یَدَیْہِ وَمِنْ خَلْفِہٖ رَصَدًا	بھیجتا ہے اس کے آگے اور پیچھے چوکیدار"

(سورۂ جن رکوع ۲)

یہ آیات نص قاطع ہیں اس تو ارث پر کہ نبی نے جو اخبار غیب وحی سے بیان کئے وہ ارادہ الٰہی کے موافق ہیں اور ان کے سمجھنے یا تبلیغ کرنے میں کسی غلطی کا ہونا قطعاً محال ہے کہ ارادۂ اللہ واجب الوقوع ہے جس امر کا اظہار بارادۂ اللہ ہے اس کا ظہور خلاف ارادۂ اللہ محال ہے وَاللّٰہُ غَالِبٌ عَلٰٓی اَمْرِہٖ لیکن اہل الحاد ان باتوں کو نہیں مانتے۔ حالانکہ اگر فہم الوحی میں صاحب نبوت کو مغالطہ ہونا ممکن ہوتا تو تقلید نبوت عین تقلید اللہ قرار نہ دیجاتی اور قول نبی کی بے چون و چرا تقلید امت پر فرض نہ ہوتی۔ مَنْ یُّطِعِ الرَّسُوْلَ فَقَدْ اَطَاعَ اللّٰہَ بلکہ ہر بیان رسول کا تحقیق طلب رہتا اور قول رسول کو قول ائمہ اجتہادی پر ترجیح نہ دیجاتی کہ ہر دو قول ممکن المغالطہ ہونے میں برابر ہیں۔

مسئلہ عصمت مذاہبِ جماعت صحابہ از مغالطات، جس مسئلہ پر علمائے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین من الانصار والمہاجرین متفق الرائے ہیں وہ اتفاق اجماع صحابہ کرام سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ باقی امت کے لئے وہ متفق علیہ مسئلہ واجب التقلید ہے۔ خصوصاً باب ایمانیات میں کہ نصوص قاطعہ مذکورہ میں ایمانیات ان کے ممدوح و مقبول ہیں۔ تقلید ان کی اور اتباع ان کا موجب رضوان اللہ ہے۔ بحکم کتاب اللہ۔ وَالَّذِیْنَ اتَّبَعُوْھُمْ اور بحکم سنت

ما انا علیہ واصحابی۔ ان کے اتفاق کے خلاف کرنا غَیْرَ سَبِیْلِ الْمُؤْمِنِیْنَ کے تحت میں داخل ہے۔

مسئلہ۔ ختم نبوت۔ کہ ہر دو نبوت مستقلہ شریعت و نبوت تابعہ وخادمہ جس کو تعبیر وزارت کیا ہے اَخَاهُ هٰرُوْنَ وَزِيْرًا۔ سَنَشُدُّ عَضُدَكَ بِاَخِيْكَ ختم ہو گئیں۔ باب وحی مسدود ہوا۔ سلسلۂ وحی نبوت منقطع ہوا۔ اگر ختم نبوت کو مسلم نہ رکھا جائے تو گویا احکام ملۃ محمدیہ کا نسخ ہونا باقی ہے کہ بقائے نبوت کا منشایہ ہوتا ہے کہ سابقہ شریعتیں منسوخ کیجائیں۔

مسئلہ۔ سابقہ شریعتوں کا شریعت محمدی سے منسوخ ہونا۔ اگرچہ بعض آیات کے ظاہری معنی اس متوارث مسئلہ کے مخالف ہیں انہی مفاہیم کے استدلال سے بعض طوائف حادثہ نے اس مسئلہ کو تسلیم نہیں کیا ہے۔

مسئلہ۔ عدم منسوخیت ملۃ محمدیہ الی یوم القیامۃ۔ یہ مسئلہ متفرع ہے ختم نبوت پر کہ بقائے نبوت اور امکان نسخ لازم ملزوم ہیں۔ جبتک سلسلہ نبوت باقی تھا سلسلہ فسخ جاری تھا۔ انقطاع نبوت سے منسوخیت ملۃ محمدیہ کا باب مسدود ہے۔ بعض طوائف حادثہ طبقہ مذمومہ نے اس مسئلہ متوارثہ کو تسلیم نہیں کیا ہے۔ کیونکہ ختم نبوت اور معنی نبوت اُس طائفہ کو مسلم نہیں ہے اور وہ نبوت کو امر کسبی والہام محض قرار دیکر بقائے نبوت کا قائل ہے۔

مسئلہ۔ آثار قیامت۔ یعنی اشراط الساعۃ فَقَدْ جَاءَ اَشْرَاطُهَا خروج دابۃ الارض۔ خروج یاجوج ماجوج۔ نفخ صور۔ طلوع الشمس من المغرب واخبار قیامت معہودہ فی الاسلام۔ علمائے سنت نے ان اخبار کو توارث صحابہ

وتابعین رضی اللہ عنہم سے مسلم رکھا ہے کہ مسئلہ ان اخبار کا متوارث سے متفق علیہ ہے۔ اور یہ جماعت سطاع الاسنت ہے۔ یہ اخبار غیبیہ اگرچہ حسیات وعقلیات کے براہین سے ثابت نہیں۔ بہرحال تصدیق نبوت کے تحت میں داخل ہیں۔ دوسری صدی کے طوائف حادثہ سے جس طائفہ نے محسوسات و عقلیات کو ایمانیات قرار دیا ہے اور کتاب اللہ کے اخبار حسیہ - اِنَّ اللّٰهَ يَاْتِيْ بِالشَّمْسِ مِنَ الْمَشْرِقِ وَلَمَّا بَدَا اَكُمْ وغیرہ سے تمسک کیا ہے وہ طائفہ اخبار قیامت اور اس کے اشراط کو نہیں تسلیم کرتا ہے کہ متوارث قیامت اور اس کے متوارث آثار براہین حسیہ اور آیات کے ظاہری معنی سے ثابت نہیں ہیں۔

بحث توارث پر شہادت

(ﷺ)

اس بحث کا موضوع یہ تھا کہ ایمانیات یعنے ذات و صفات باری و حقیقت نبوت و احوال صحابہ وغیرہ کے باب میں کتاب اللہ و سنت کی تفسیر صرف محاورات عربیہ سے کرنا بغیر تصدیق سلف صالحین کے اہل سنت کے نزدیک معتبر نہیں اس کے امثلہ و نظائر اس بحث میں لکھدی گئی ہیں اگر اسکی زیادہ شرح و تفصیل کسی کو مقصود ہے تو کتاب حجج القرآن جو ایک زبردست عالم ابو الفضائل احمد ابن محمد الرازی نے ساتویں صدی ہجری میں لکھی ہے ملاحظہ فرمائیں۔ اس کے دیکھنے سے اس بحث کے موضوع کی زیادہ وضاحت ہو سکتی ہے اس لئے کہ اس کتاب میں بطور نمونہ کے جملہ تہتر ۷۳ فرقوں کے استدلالات کتاب اللہ و سنت سے بیان کئے ہیں جو انہوں نے اپنے مصنفات عقائد میں لکھے ہیں یہ کتاب مصر کے مطبع موسوعات سنہ ۱۳۲۰ھ میں طبع ہو کر شایع ہو گئی ہے اس کے خطبہ کا مختصر ترجمہ یہ ہے :-

"بعد حمد و صلوٰۃ کے معلوم ہو کہ اللہ سبحانہ تعالیٰ نے کتاب مومنوں کی ہدایت کے واسطے نازل فرمائی اور تذکرہ و تدبر کا حکم دیا۔ جس نے اس کتاب کو اپنا امام ہدایت کر لیا اس کو اسی جنت کی جانب کھینچا اور جس نے اس کو پس پشت ڈال دیا اس نے اُس کو دوزخ کی جانب چلایا۔ امت اسلام کے فرقے جو کتاب اللہ سے استدلال کرنے میں در اصل آٹھ ہیں۔ جبریہ جن کے مقابلہ میں قدریہ ہیں۔

اور مرجیہ جن کے مقابل میں وعیدیہ ہیں۔ صفاتیہ جن کے مقابل میں جہمیہ ہیں۔ شیعہ جن کے مقابل میں خوارج ہیں۔ انہیں فرقوں سے شاخ در شاخ ہو کر تہتر فرقے ہو جاتے ہیں۔ ان جملہ فرقوں میں ہر فن کے زبردست ماہر علما گذرے ہیں اور علوم عقلیہ و نقلیہ کے فاضل ہوئے ہیں۔ انہوں نے اپنے اپنے عقائد میں تصانیف فرمائی ہیں اور اپنے اپنے جدا جدا اصول اپنے اپنے تالیفات میں درج کئیں ہیں۔ ہر فرقے نے اپنے مخالف کی دلیل میں اپنے عقیدہ کے موافق تاویل کی ہے۔ اور ہر ایک فرقہ کتاب اللہ سے استدلال کر کے اعتقاد رکھتا ہے کہ ہم ہی حق پر ہیں اور مخالف گمراہ ہے کل حزب بما لدیھم فرحون"۔ انتہی۔

مصنف صاحب نے اس کتاب میں ان فرقوں کے استدلالات سے بالکل تعرض نہیں کیا ہے۔ جو علم کلام میں فلسفیانہ تقریریں لکھی گئی ہیں بلکہ صرف استدلال بالکتاب والسنۃ بیان کیا ہے۔ جو محاورات عرب کی رو سے ان فرقوں نے اپنے عقائد پر پیش کیا ہے۔ اور کسی کے کلام کی تردید سے بحث نہیں کی ہے مثلاً جس کا عقیدہ ہے کہ گناہ کبیرہ کا مرتکب مومن نہیں ہے۔ ان کا یہ استدلال ہے انہ لا ییاس من روح اللہ الا القوم الکافرون وغیرہ۔ بارہ آیات کتاب اللہ کی اسی مضمون پر بیان کر دیں اور بس۔

اسی طرح جس کا یہ عقیدہ ہے کہ مسلمان مرتکب کبیرہ پر شیطان کا دخل نہیں اور اس کا یہ استدلال ہے انہ لیس لہ سلطان علی الذین امنوا وعلی ربھم یتوکلون انما سلطانہ علی الذین یتولونہ والذین ھم بہ مشرکون چند آیات اسی مضمون کی بیان کیں اور بس۔

مثلاً بعض فرقہ کا عقیدہ ہے کہ آیات وعید محض تخویف و تہدید کی غرض سے نازل ہوئی ہیں ورنہ حصولِ ایمان کے بعد کسی گناہ سے (اگرچہ اکبر الکبائر ہو) ایمان زائل نہیں ہوتا ہے۔ ان کا استدلال اس آیت سے ہے۔ وما نرسل بالایات الا تخویفا۔ و آیۃ یثبت اللہ الذین آمنوا بالقول الثابت فی الحیوۃ الدنیا وفی الآخرۃ وان اللہ لا یضیع اجر المحسنین۔ وغیرہ چند آیتیں ذکر کیں اور بحث نہ کی اور وہ احادیث ذکر کیں جو اسی مضمون پر دلیل ہیں من مات لا یشرک باللہ شیئا دخل الجنۃ۔ ان حدیثوں سے چند احادیث رسالہ ہذا میں مذکور ہو چکی ہیں۔

جس کا یہ عقیدہ ہے کہ بنی آدم سے کوئی معصوم نہیں یہاں تک کہ انبیاء بھی معصوم نہیں وہ بھی دوزخ میں جائیں گے۔ اگرچہ پھر نجات پائیں گے (معاذ اللہ) اس آیت سے استدلال کرتے ہیں وان منکم الا واردھا کان علی ربک حتما مقضیا ثم ننجی الذین اتقوا۔ اسی طرح تمام کتاب کو تیس بابوں پر ختم کیا ہے اور ہر فرقہ کا استدلال اس کے عقیدہ پر کتاب اللہ سے ذکر کیا ہے اس کتاب کے دیکھنے سے یہ مسئلہ خوب روشن ہو جاتا ہے کہ بخلاف مسائل متوارثہ سلف صالحین کے اور بغیر تصدیق سلف کسی ایک آیت سے استدلال کرنا اگرچہ لغات عرب و محاورہ ادب کے موافق ہو معتبر نہیں ہے۔